اہل سنت کی قرآن دانی

یعنی

رسالہ فیض المنان فی معارف القرآن مصنفہ شیخ غلام حیدر صاحب پر

تبصرہ

از

عالیجناب رفیع الالقاب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر دام عزہ

سید محمد جعفر پرنٹر

کے

اہتمام سے

مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا

میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین۔

امابعد اس ناچیز کو جب جب اہلسنت وجماعت کی تصانیف دیکھنے کا موقع ملتا ہے تو یہ پایا ہے کہ قرآن پاک پر ایمان اور اوس پر عمل کے دعوے کے ساتھ بالکل اوسکی تکذیب ہی کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک آیت کو لے کر اپنے ممدوحین کی مدح ثابت کرنے کی کوشش میں دوسری بے شمار آیتوں کی مخالفت کرتے ہیں اور قرآن کے صحیح مفہوم سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں اور جو قاعدہ و اصول مقرر کرتے ہیں وہ جہاں نفع بخشتا ہے اوس کا محل اور بے محل تذکرہ کرنے سے نہیں رُکتے۔ لیکن جب خود اس قاعدے سے ان کا دین متزلزل ہوتا ہے تو اس قاعدے کو نہیں مانتے۔ ان سب دعووں کے ثبوت میں مولوی شیخ غلام حیدر صاحب کا رسالہ فیض المنان فی معارف قرآن پیش کرتا ہوں۔

صفحہ ۷ و ۸ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "قرآن شریف بہت سی پیشین گوئیاں بیان کرتا ہے۔ مثلاً ..... اور حضرت صلعم کے پڑوس سے منافقوں کا خارج ہونا بود ہونا ..... وغیرہ وغیرہ جو کچھ تو حضرت صلعم کے عہد مبارک میں اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پوری ہوئیں"۔

الجواب:- اس سے مجھے انکار نہیں ہے کہ قرآن پاک میں بہت سی پیشینگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پہ پوری ہوئیں لیکن قرآن پاک میں کہیں بھی منافقوں

کے خارج دنابود ہونے کی پیشنگوئی نہیں ہے اور نہ یہ نیست ونابود ہوئے ہاں
البتہ یہ ہوا کہ جب منافقوں کے ہاتھ خلافت لگ گئی اور بیت المال خلافت کے
پروپیگنڈا میں خرچ کیا جانے لگا تو لوگ اُن کے پیرو بن کر اور انکو مومن کہکر اونکو
ہادی و پیشوا ماننے لگے لیکن وہ نیست ونابود نہیں ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیے
کہ جب صحابہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ یہ کیسے صحابہ تھے کہ رسولؐ کے جسد اطہر کو بے گور
وکفن چھوڑ کر سقیفہ میں خلافت کے پیچھے چلے گئے تو اس کے جواب میں کہا جاتا
ہے کہ چونکہ سقیفہ میں منافق جمع ہو کر فساد کرنا چاہتے تھے اور اوس فساد کا روکنا
رسول ص کے گور وکفن سے زیادہ ضروری تھا لہذا صحابہ وہاں چلے گئے اور خلافت کا
بند وبست کر کے ایک صاحب خلیفہ بن گئے۔ اس بیان سے منافق کے وجود
کا بعد انتقال رسولخدا اقرار ہے لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت رسولؐ کی رسالت سے
بھی اکسیر ثابت ہوئی۔ جو نفاق رسولخداؐ کے تیئیس ۲۳ برس کی محنت میں بھی رفع دفع
نہ ہوا اور قرآن پاک منافقوں کی خبر سے آخر وقت تک بھرا ہے۔ وہ ایک صحابہ کے
خلیفہ ہوتے ہی کیونکر نیست ونابود ہو گیا۔ بات یہ ہے اور انسان کو اگر اللہ و
رسول کا خوف ہے تو قلب سلیم سے غور وتدبر کرنا چاہیئے کہ رسول خداؐ کی زبان سے
جو نکلتا تھا وہ حق نکلتا تھا۔ جو مومن ہوتا تھا اوسکے ایمان کی شہادت دی جاتی
تھی اور جو منافق تھا اوس کا نفاق ظاہر کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سورہ التوبہ رکوع
۹ میں خداوند عالم فرماتا ہے:- يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ
تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝
یعنی منافقین ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی سورہ نازل ہو جائے جو انکو جو کچھ منافقوں
کے دل میں ہے بتادے۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ تم مسخرا پن کئے جاؤ بے شک
جس سے تم ڈرتے ہو خدا اُسے ضرور ظاہر کر دیگا"۔
اس آیت کی تحت میں عبداللہ بن عباس سے تفسیر معالم التنزیل میں نقل کیا ہے

قال عبداللہ ابن عباس انزل اللہ تعالیٰ ذکر سبعین رجلاً من المنافقین باسمائھم و اسماء اٰبائھم ثم نسخ ذکر الاسماء رحمۃ للمومنین لئلا یعیرون بعضھم بعض لان اولادھم کانوا مومنین۔ یعنی عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہتر منافقین کے نام مع ولدیت نازل ہوئے تھے پھر مسلمانوں پر محض مہربانی کی وجہ سے وہ نام منسوخ ہو گئے کہ ایک دوسرے پر طعن نہ کر سکے کیونکہ اُن سب کی اولاد مسلمان ہو گئی تھی۔" القصہ خداوند عالم نے منافقوں کے نام مع ولدیت بتلا دیا اور وہ رسولخداؐ کے آخر وقت تک موجود تھے۔ مگر جب ایک صحابہ خلیفہ ہو گئے اور قرآنؑ کے مالک تو جو چاہا وہ کیا اور قرآن سے منافقین کے نام کو مٹا دیا۔ مگر اس عمل سے منافقوں کے وجود اور باقی رہنے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ منافق دفعۃً رسولخداؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی کیونکر غائب ہو گئے کون سی تدبیر حضرت ابوبکر کو معلوم تھی جس سے وہ بات اُنھوں نے کی جو رسولخدا سے بھی نہیں ہو سکی تھی۔ اور پھر اس تدبیر کو اگر ممدوح تھی تو رسولخدا ہی کے وقت میں عمل میں لا کر کیوں نہیں نفاق کو اسلام سے دور کر دیا تاکہ رسولخدا سے شاباشی پاتے رسولخداؐ کے وقت میں کیا کوشش ہوتی جب اللہ و رسولؐ منافقین کی پردہ دری پر آمادہ تھے جو کوئی بات بنانا کام نہ آتا۔ ہاں بعد رسولخداؐ جب وحی کا آنا موقوف ہو گیا اور حق گو کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا دی گئی تو جن کے ہاتھ میں حکومت آ گئی اونکو منافق کہنے کی کس کی مجال تھی۔ اور وہ خود اپنے ہم خیال۔ ناصر و مددگار کو کیوں منافق کہنے لگے۔ پس اونکے پیرو و تابعین کو موقع ملا کہیں کہ رسولخداؐ کے بعد فوراً ہی منافق نیست و نابود ہو گئے۔ یہ مسئلہ نہایت غور طلب ہے۔ جاننا چاہئے کہ رسولخداؐ سے اور اہل اسلام سے ظاہر بظاہر اختلاف کا کوئی مسئلہ سوائے مسئلہ خلافت کے نہ تھا۔ احکام میں آل رسولؐ و اصحاب رسول اور دیگر مسلمان سب برابر تھے۔ جس نے چاہا عمل کر کے مومن اور جنتی بنا اور جس نے چاہا احکام رسولؐ سے لاپروائی کر کے

گندہ آتش بنا۔ اسمیں کسی سے مقابلہ اور مخالفت کی ضرورت نہ تھی۔ مثلاً جب نماز میں اصحاب رسولخدا صلعم کو چھوڑ کر سودا سلف۔ کھیل تماشہ کی طرف چل دیتے تو رسولخدا احد اکا حکم سُنا دیتے اور معاملہ ختم ہوتا جسکی خبر سورہ جمعہ میں یوں ہے :-

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط یعنی جب اصحاب رسول سودا یا کھیل تماشا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو اوسکی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ اے رسول کہدو کہ جو چیز خدا کے یہاں ہے وہ کھیل اور سودے سے کہیں بہتر ہے۔ یوں ہی زکوٰۃ کے بارہ میں ان کے متعلق خبر ہے جیسا سورہ محمد رکوع ۴ میں خداوند عالم فرماتا ہے هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ج یعنی تم لوگ وہی تو ہو کہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں۔ جہاد میں دیکھئے تو بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ اور قرآن پاک ان کے بارے میں کہیں باءُ بغضب من اللہ کہتا ہے کہیں عذاب الیم کی دھمکی دیتا ہے۔ کہیں مثل پہلے کے پھر فرار سے منع کرتا ہے۔ لیکن بھاگنے والے نہیں مانتے۔

ان سب میں کسی سے مقابلہ اور مخالفت کی ضرورت نہ تھی لیکن مسئلہ خلافت ایسا نہ تھا۔ اسمیں ایک خاندان کو مخصوص کرنا ضروری تھا اور پھر اوس خاندان سے اول شخص کا نامزد کرنا لازمی تھا جو خلافت کی ہوس رکھنے والوں کے خلاف پڑتا۔ اس مسئلہ میں بغیر اختلاف کئے دنیا داروں کو کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ بحکم خداوند عالم خلافت کے لئے رسولخدا نے اپنی خاندان کو چنا اور اسمیں سے حضرت علی ع کو نامزد کیا اور انکی استقامت کے لئے قرآن کو ان کے سپرد کیا اور امت سے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی فان تمسکتم بھما لن تضلوا ابعدی و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی میں تمہارے

درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میرے اہلبیت پس اگر تم لوگ ان دونوں کے ساتھ تمسک کروگے یعنی ان دونوں کی پیروی کروگے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے علحدہ نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں"۔

اس فرمان پر چند ہی ایسے مسلمان جو مومن خالص تھے راضی ہوئے جو رسول کی اطاعت کو اپنے لئے فلاح دارین سمجھتے تھے اور انکی آل کے خلاف ذرہ برابر دنیاوی طمع نہیں رکھتے تھے اور جن کی تعریف سورہ الحجرات رکوع ۲ میں یوں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ... اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ۔ اے رسول تم کہدو کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے اور ایمان تو ابھی تمہارے دل میں داخل بھی نہیں ہوا ہے ... مومن تو بس وہی ہے جو خدا و رسول پر ایمان لایا۔ پھر اس نے کبھی شک اور انکار نہیں کیا اور اپنے مال سے اور جان سے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور یہی سچے ہیں"۔ ان کے علاوہ اور مسلمان تھے جو دنیاوی خیال سے مسلمان ہوئے تھے اور سلطنت کی ہوس رکھتے تھے اور جب جب رسولخدا اپنے آل کی تعریف و توصیف فرماتے تھے اور اونکی خلافت کی طرف اشارہ کرتے تھے تو دل ہی دل میں جل جاتے تھے اور یہ ارادہ کرلیا تھا کہ رسول جو چاہیں وہ کہیں اور کریں لیکن خلافت اونکی آل کے ہاتھ میں نہیں جانے دینگے ۔ یہی لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد رسولخدا کے ارشاد میں شک کیا کرتے تھے ۔ یہی لوگ آپ کے فرمان سے انکار کرتے تھے ۔ اور جہاد میں جان بچائے پھرتے تھے اور یہی لوگ منافق تھے جن کی اصلاح

رسولخداؐ انہ فرما سکے لیکن جب بعد رسولخداؐ اون کے منصوبے کے مطابق خلافت اون کے ہاتھ لگ گئی اور آل رسولؐ نے اسلام کے بقا کے خیال سے صبر کیا اور اُن سے جنگ نہ کیا تو ظاہرا کوئی فساد نہ رہا اور جب منافقوں ہی کا دار ودورہ ہوا تو پھر اونکو منافق کون کہتا خصوصاً جب بیت المال کا دروازہ اُن کے لیے ہر وقت کھلا ہوا تھا غرض اہلسنت و جماعۃ جو اونھیں منافقوں کے پیرو ہیں اپنے منہ آپکو مومن وغیرہ جو چاہیں وہ کہیں لیکن قرآن کی آیات سے وہ منافق ثابت ہوتے ہیں جس کا ثبوت اپنے اپنے موقع سے اس تبصرہ میں آتا ہے۔ اور کبھی قرآن میں ایسی غلط پیشینگوئی نہیں مل سکتی کہ منافق خارج اور نابود ہو جاویں گے جب دنیا کفر سے پاک نہ ہوئی تو منافقوں سے کیونکر پاک ہو سکتی ہے جب منافقوں کی وجہ سے انکار نہیں ہو سکتا تو صرف دریافت طلب یہ بات رہ جاتی ہے کہ اسلام کے فرقوں میں کون فرقہ صحیح پیرو قرآن کا ہے اور ناجی ہے اور کون فرقہ قرآن کی آیات کی تکذیب کرکے اپنے نفاق کو ثابت کیا کرتا ہے۔

صفحہ ۱۰۹ میں شیخ صاحب یوں رقمطراز ہیں "آؤ ہم ایک وسیع میدان میں قرآن شریف کے کل مطبوعہ اور قلمی نسخے کل دنیا کے مقامات سے لیکر جمع کریں اور دیگر مذاہب کی آسمانی اور الہامی کتب کو بھی اُسی طرح اس میدان میں قرآن شریف کے ساتھ رکھکر ان سب کو آگ لگا دیں[1] حتی کہ قرآن اور الہامی

[1] یہ سب عثمانی منصوبے ہیں۔ حضرت عثمان نے چھ سات جلد قرآن کی جلائی تو اونکے پیرو اتنا ہی لاکھ جلدوں کے جلانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور بہ تقلید حضرت عمر دیگر مذاہب کی کتابوں میں بھی آگ لگانا چاہتے ہیں۔ شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

کتب جلکر راکھ کا ڈھیر ہوجاویں۔ بعد ازیں ہر ایک مذہب کے پیرووں سے درخواست کریں کہ تم اپنی اپنی الہامی کتاب کو دوبارہ از اول تا آخر بلا کم و کاست نقل کردو۔ اس درخواست کو بجز اہل اسلام کوئی دوسرا اہل مذہب ہرگز قبول نہ کرسکیگا۔ کیونکہ قرآن نزول کے وقت سے لیکر تا ایں دم برابر ساڑھے تیرہ سو سال تک اکثر مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور کوئی شہر ایسا نہ ہوگا کہ جہاں مسلمان بھی آباد ہوں اور اوسمیں دو چار یا زیادہ حافظ قرآن موجود نہ ہوں ...... لہذا قرآن مجید کی یہ "متمیز" خصوصیت ہے جو دیگر الہامی کتب کو ہرگز حاصل نہیں ......

پنجاب میں ہم بہت سے قرآن کے حافظوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اَن پڑھ محض اُمّی ہوتے ہیں نہ اُن کی زبان عربی نہ صرف و نحو کے واقف مگر قرآن کو اول سے آخر تک بالکل صحیح سنا سکتے ہیں۔ حتی کہ آٹھ نو برس کے اکثر لڑکے اس قدر ضخیم کتاب کو حفظ کرلیتے ہیں۔ یہ خاص معجزہ بھی کسی دیگر الہامی کتاب کو نصیب نہیں"۔

الجواب:۔ اسکو کہتے ہیں چھوٹا منہ بڑی بات خود صفحہ ۹ کے آغاز ہی میں شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ میں قرآن شریف کی حفاظت کا حتمی وعدہ ساڑھے تیرہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور خود ہی اس کا ذمہ اُٹھایا"۔ تو معلوم نہیں کہ اللہ میاں کیوں اس ذمہ داری کو خود پورا نہیں کرسکے اور جاہل حافظوں کو اس کا ذمہ دار بنایا۔ کیا خوب خدا شناسی ہے۔ خداوند عالم ایسا نہیں ہے کہ کوئی کام کسی کے سپرد کرے اور اُس کے ذکر کو نظر انداز کرکے فریاد کرے کہ میں ایسا کردوں گا یا میں نے یہ اور وہ کیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت نوحؑ کو اپنی قدرت کاملہ سے بچایا تو یہ فرمایا فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا الخ یعنی تب ہم نے اونکو اور جو لوگ اونکے ساتھ

کشتی میں تھا بچالیا اور باقی جتنے لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا سب کو ڈوبا مارا سورۃ الاعراف
ع ۸۔ جب حضرت ابراہیم کو آگ سے بچایا تو فرمایا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ
یعنی ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر بالکل ٹھنڈی اور آرام دہ ہوجا (سورہ الانبیاء، رکوع ۵)
جب محمد مصطفٰے صلعم کو شب ہجرت بچایا تو فرمایا وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ
خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔ یعنی جب کفار تمہارے خلاف سازش کر رہے تھے تا کہ تم کو قید کریں
یا تمکو مار ڈالیں یا تم کو جلاوطن کریں۔ وہ تو یہ سازش کر رہے تھے اور خدا ان کے
خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔ غرض
خداوندعالم جب کوئی کام اپنی قدرت سے بغیر کسی مخلوق کو ذریعہ بنائے خود کرتا ہے
تو وہاں فرماتا ہے کہ میں نے کیا ہے یا میں کروں گا جیسا کہ انا لہ لحافظون
میں فرمایا ہے کہ میں خود قرآن کی حفاظت کروں گا لیکن جب کسی مخلوق کو ذریعہ بناتا ہے
تو اس کا ذکر نظر انداز نہیں کرتا بلکہ اوسکو بہت واضح اور صاف لفظوں میں ذکر فرما
دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ کی مدد جب روح القدس سے کی تو اوس کا ذکر فرمادیا
اور کہا اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی جب ہم نے تمہاری مدد روح القدس
کے ذریعہ سے کی (سورہ المائدہ رکوع ۱۵) جب خداوندعالم نے فرشتوں کے ذریعہ
سے محمد مصطفٰے صلعم کی مدد فرمائی تو کہا اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ
یعنی میں تمہاری لگاتار ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا (سورہ الانفال رکوع ۸) جب
حضرت عایشہ اور حفصہ ازواج رسول نے آپ کو ستانے پر کمر باندھی تو یہ فرمان نازل
ہوا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج
وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ۔ یعنی اگر تم دونوں رسولؐ کے خلاف سازش کروگی
تو خدا اور جبرئیل اور ایمان داروں میں نیک شخص اون کے مددگار ہیں اور ان کے
علاوہ کل فرشتے مددگار ہیں۔ سورہ تحریم رکوع ۱ اور بیشمار موقعوں پر خداوندعالم نے

ذریعہ امداد کا ذکر فرمایا ہے۔ پس اگر اصحاب رسولؐ اور حفاظ کے ذریعہ سے خداوند عالم کو قرآن کی حفاظت منظور ہوتی تو یہ کبھی نہیں فرماتا کہ انا لہ لحافظون بلکہ اسکے عوض یوں فرماتا کہ انا لہ لحافظون باصحاب الرسول یا انا لہ لحافظون بقوم رسول لیکن خداوند عالم ایسا کیونکر فرما سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ رسول خداؐ جو دو امانت گرانقدر یعنی قرآن پاک اور اپنی عترت اطہار امت کے درمیان چھوڑینگے تو اونکے ساتھ تمسک اور اطاعت کرنیکے عوض امت اونکو خراب برباد کریگی۔ لہذا انکے ذریعہ سے حفاظت کرنیکے برعکس خراب کرنے کا تذکرہ ہے چنانچہ سورہ الفتح ع۲ میں فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ یعنی اصحاب رسولؐ ارادہ رکھتے ہیں کہ خدا کو بدل دینگے پھر سورہ انشقاق میں فرماتا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ یعنی شام کی سرخی کی قسم اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں یہ ڈھانپتی ہے۔ اور چاند کی جب پورا ہو جاتا ہے۔ تم لوگ ضرور اگلوں کے قدم بقدم یعنی جیسی چال امم سابقین چلے ہیں ویسی چال تم بھی چلوگے۔ اس آیہ کا مطلب تفسیر کبیر مطبوعہ استنبول جلد ۸ ص ۵۱۵ میں یہ لکھا ہوا ہے ان یکون المعنی لترکبن سنۃ الاولین ممن کان قبلکم یعنی اس آیہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ امم سابقہ کے رستہ پر چلوگے۔ یہی مطلب تفسیر غرائب القرآن مطبوعہ مصر جلد ۳۰ ص ۵۶ میں ہے اور تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی ص ۹۷۶ میں ہے اور مشکوۃ کتاب الرقاق باب تغیر الناس ص ۳۰۳ میں بھی یہی مطلب لکھا ہے۔ پس جیسے امم سابقین یعنی یہود و نصاریٰ نے کلام خدا میں تبدیلیاں کی ہیں ویسی تبدیلی کرنیکا ارادہ یہ امت بھی رکھتی ہے۔ چونکہ اس مطلب سے شیخ صاحب کو ایک فرقہ کو محرفین قرآن پاک ماننا پڑتا ہے اسلئے آیہ مذکورہ بالا کے معنی بدلنے پر مجبور ہوئے ہیں اور اپنے رسالہ کے ص ۶۸ میں فرماتے ہیں کہ:۔
"اس آیہ کے معنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے والے ہیں یعنی نطفہ کی حالت سے موت تک انسان کس قدر مختلف حالات سے گزرتا رہتا ہے"۔ قرآن کی فصاحت کو کیا شیخ صاحب سمجھے ہیں۔ قرآن میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں مل سکتی جہاں خداوند عالم نے کسی بدیہی امر پر قسم کھائی ہو۔ ہاں پیشگوئیوں پر انکے حسب حال قسم ہے اور اس تحریف کی پیشینگوئی میں خداوند عالم شفق کی۔ رات کی اور جو چیزیں رات میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ اور چاند کی قسم کھاتا ہے۔ لہذا اس آیہ کے ایسے معنی ہونا چاہیئے جو اُس وقت کے لوگ جھٹلاتے ہوں اور آئندہ جھٹلانے کا خوف ہو۔ انسان کے تغیر حال میں نہ تب شک تھا اور نہ اب ہے۔ اس لئے اسکے تذکرہ میں قسم کھانا بے موقع

ہے۔ ہاں قرآن کے ساتھ کھیل کھیلنے کا لوگ ارادہ رکھتے تھے اور ارادہ پورا کرنے کے بعد اوس ہے گمکرنے کا بھی ارادہ تھا جسکو امت نے پورا کیا۔ لہذا قسم ایسی ہی موقع کیلئے ہوسکتی ہے۔ اور جو معنے شیخ صاحب نے گڑھا ہے وہ غلط ہے۔

چنانچہ یہ سب پیشنگوئیاں صحیح ہوئیں۔ اسکی شہادت خود قرآن میں موجود ہے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یعنی رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے تو اس قرآن کو بیکار کردیا تھا یا بکواس بنا دیا تھا (سورۃ الفرقان ع ۳) اس آیت میں صاف لفظ قوم رسولؐ کا ہے جس سے مراد قریش ہیں نہ کہ ہندوستان کے مسلمان۔ لیکن شیخ صاحب نے اس آیت کو ان بیچاروں کے سر تھوپنا چاہا ہے جو ہندوستان میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں (دیکھو ص ۲۰ رسالہ مذکور) غرض منجملہ اور نمونوں کے یہ بھی ایک نمونہ ہے کہ شیخ صاحب کلام خداوندی کے معنی بدلنا چاہتے ہیں اور قرآن کی پیشنگوئی کو رد کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس مضمون میں بہت سی مثالیں اس پیشینگوئی کی تصدیق میں ملینگی۔

اب ذرا یہ دیکھنا ہے کہ اصحاب رسولؐ نے قرآن کے ساتھ اور عترت رسولؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ان کی کیا حفاظت کی ہے۔ رسولخداؐ کے انتقال کے بعد ایک صاحب خلیفہ بن گئے اور دوسرے صاحب نے قرآن جمع کرنے کی فرمایش کی یہ دوسرے صاحب تو وہی ہیں جنہوں نے رسولخداؐ کے مقابلہ میں حسبنا کتاب اللہ کہا تھا تو جب کتاب اللہ موجود تھی تو پھر اس کا جمع کرنا چہ معنی دارد۔

احادیث و روایات سے بھی ثابت ہے کہ بعض صحابی مثل عبد اللہ ابن مسعود وغیرہ نے رسولخداؐ کے سامنے ہی قرآن لکھ لیا تھا اور وہ مجموعہ اون بزرگواروں کے پاس تھا ایسی حالت میں قرآن کی نقلیں کرکے دیار و امصار میں اشاعت کرنا تھا۔ اس کام کو چھوڑ کر قرآن کا نیا مجموعہ بنانیکی کیوں ضرورت پیش آئی۔ غالباً جو قرآن رسولخداؐ کے زمانہ میں

جمع ہو چکا تھا وہ خلافت کے خلاف مطالب اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا اس لئے اوس مجموعہ سے چشم پوشی کی گئی اور چونکہ حفاظ قرآن پاک کی کمی و بیشی پر راضی نہ ہوتے اس لئے جمع کرنے کی بھی خدمت اونکے سپرد نہ کیگئی بلکہ اون کے ذمہ کیگئی جنہوں نے رسولخداؐ کے زمانہ میں قرآن سے دلچسپی لی تھی اور نہ اوسکا درد اُن کے دل میں تھا۔ بہر کیف جو بھی ہو واقعہ یہ ہے کہ قرآن کے جمع کرنے کا کام شروع ہوا اور عوض اسکے کہ یہ کام حفاظ کے سپرد کیا جاتا۔ اونکے سپرد کیا گیا جن کو حافظ کون کہے وہ باوجود عرب ہونے کے لا ونعم تذکیر و تانیث وغیرہ کی بھی تمیز نہیں رکھتے تھے اور وہ قرآن کے معنی و مطلب سے ایسے ہی بے بہرہ تھے جیسے ایک ہندوستانی مسلمان۔ یہ بیچارے کاتب قرآن مسجد کے دروازے پر بیٹھے اور جو حافظ آیا اوس سے ایک دو یا زیادہ آیت پوچھکر جہاں چاہا لکھدیا اور جو چاہا چھوڑ دیا۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اولاً مکی و مدنی آیتیں اور سورتیں اس طرح خلط ملط ہوئیں کہ ایک کا دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے سورہ اقراء کی اول آیت جو رسولخداؐ پر نازل ہوئی وہ تیسویں پارہ میں گئی اور الیوم اکملت لکم دینکم جو قرآن کی آخر آیت ہونا چاہتا تھا وہ چھٹے پارہ میں آگئی لا ونعم کی تمیز سے یہ کاتب ایسے بے بہرہ تھے کہ جہاں لا ہونا چاہتا تھا اوس کو بھول کر قرآن کے معنی کو خبط کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ رکوع ۲۳ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ یعنی جس کو طاقت ہو اور وہ روزہ نہ رکھے اوسکو ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ یہ حکم اوسکے لئے ہے جس کو طاقت نہ ہو اور لا یطیقونہ کے عوض یطیقونہ لکھدیا۔ دوسری مثال سورہ الانفال ع ۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ و رسولؐ کے ساتھ اور خیانت کرو اپنے امانتوں کے ساتھ جان بوجھکر۔ یہاں بھی کاتبین قرآن جو دوسرے تخونوا کے قبل لا تھا اوس کو بھول گئے۔ کہ قرآن ہی گڑبڑ ہو گیا۔

اسی جگہ سے خدائی حفاظت کے مطلب کو سمجھنا چاہیئے۔ خداوند عالم نے یہ ذمہ کبھی نہیں لیا ہے کہ کاتبوں کی اصلاح کرتا پھریگا۔ چھاپہ خانوں کا مصلح منگ بنے گا اوس نے جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ ذکر کی حفاظت کا یعنی خدائی نصیحت و احکام کا۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نہیں جا سکتا۔ گرچہ موجودہ دو مثالوں میں لا حذف ہوگیا ہے لیکن کوئی مسلمان آج تک یہ نہیں سمجھا ہے کہ طاقتور آدمی ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ سے بچ سکتا ہے اور نہ کسی نے اسلام پر یہ دھبہ لگایا ہے کہ اسمیں آلیمین خیانت کرنا جائز ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ کاتبین نے لا ان جگہوں میں غلطی سے چھوڑ دیا ہے۔ اگر کوئی صاحب بات بنا دیں کہ لا تخونوا میں اول لا کافی ہوگا اور فصاحت کے معنی اقلال لفظ بے اخلال معنی ہیں تو قرآن کی فصاحت کو ذیل کے آیات میں ملاحظہ کیجئے لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي یعنی میری داڑھی اور سر مت پکڑو (سورہ طٰہٰ ع ۵) یہاں صرف یہ کافی ہوتا لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَرَأْسِي اور معنی میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ لہذا لا اور ب راسی کے قبل زائد ہے۔ غرض جہاں چاہا لا کو حذف کرکے معنی خراب کیا جہاں چاہا لا زائد کرکے فصاحت میں نقص پیدا کر دیا

اب عدم تمیز تذکیر و تانیث ملاحظہ ہو کہ سورہ ہود رکوع ۷ میں ہے أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ یعنی کیا تو ایک عورت خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہے اللہ کی رحمت اور اوس کی برکت تم مردوں پر ہے اے اہلبیت۔ اگر رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ اس موقع کے لیے ہوتا تو یوں ہوتا رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكِ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ یہاں ایک عورت کے لئے صرف واحد مونث کا صیغہ ہونا چاہتا تھا۔ اسکے عوض کاتبین قرآن نے دوسرے کے متعلق آیت کو ایسی جگہ لاکر ڈال دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس کو جائز سمجھتا ہے کہ ایک عورت کے لیے صیغہ جمع مذکر استعمال کیا جاوے۔ اسی طرح سورۃ الاحزاب رکوع ۴ میں إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کو ازواج رسولؐ کے ساتھ جو خطاب ہے اوسکے اندر ڈال دیا ہے اور اسکے معنی یہ ہیں بے شک خدا یہ چاہتا ہے کہ اسے اہل بیت تم مردوں سے خدا کل برائی کو دور کردے اور تم مردوں کو ایسا پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے۔

الغرض اس مختصر تبصرہ میں اس بحث کی زیادہ گنجائش نہیں ہے جس کو پوری بحث دیکھنی ہو وہ میرا رسالہ آل و اصحاب ملاحظہ فرمادے۔ یہ نسخہ جو حضرت ابوبکر کے زمانہ میں بہ مشورہ حضرت عمر تیار کیا گیا تھا اور دوسرے صحابی کے نسخے جملہ ۶ یا ۷ خلافت سیوم تک آئے۔ چونکہ دوسرے صحابی کے نسخے موجود تھے اس لئے خلافت اول کے جمع کردہ قرآن سے کوئی حرج نہ ہوا۔ جیسے اس وقت پنج سورہ۔ ہفت سورہ تبویب القرآن وغیرہ کے مصنف پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اسلئے کہ پورا قرآن موجود ہے۔ لیکن جب خلافت سیوم کا زمانہ آیا تو حضرت عثمان نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر نے جو چاہا وہ قرآن کے ساتھ کیا اور مسلمان کچھ نہ بولے۔ لہذا زیادہ جری ہوکر اونھوں نے کل نسخوں کو جمع کیا اور ایک نسخہ اپنے ردوبدل کے ساتھ تیار کرکے باقی نسخوں کو آگ لگادیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں کوئی نسخہ سوائے نسخہ عثمانی کے باقی نہ رہا۔ یہ نسخہ کامل تھا یا ناقص اوسکی خبر خود جلیل القدر اصحاب کی زبانی سن لیجئے (اتقان مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۵ میں ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ تُقْرَاُ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَتَيْ آيَةٍ فَلَمَّا كَتَبَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ لَمْ نَقْدِرْ مِنْهَا اِلَّا مَا هُوَ الْآنَ یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سورہ احزاب جو رسول خداؐ کے زمانہ میں ہم لوگ پڑھتے تھے وہ دو سو آیتیں تھیں اور جب عثمان نے مصاحف لکھا تو جو اس وقت موجود ہے اوس سے زیادہ نہیں ملا اب اس وقت صرف ۷۳ آیتیں ہیں تو گویا ۱۲۷ آیتیں غائب ہوگئیں۔ اوپر حضرت ابن عباس کی زبانی نقل کرچکا ہوں کہ ستر منافقین کے نام مع ولدیت قرآن

میں تھے جسکو قرآن سے غائب کردیا۔ پھر اوسی اتقان کے صفحہ مذکور میں حضرت عمر کے صاحبزادے سے روایت ہے:۔ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ وَمَا یُدْرِیْہِ مَا کُلُّہٗ قَدْ ذَھَبَ کَثِیْرٌ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مِنْہُ مَا ظَھَرَ یعنی حضرت عمر کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن حاصل کیا ہے حالانکہ اوس کو نہیں معلوم ہے کہ پورا قرآن کس قدر تھا۔ کیونکہ بہت سا قرآن کا حصہ جاتا رہا لیکن چاہیئے کہ کہے کہ جو کچھ ظاہر ہے اسی کو میں نے حاصل کیا۔

قرآن کے ساتھ جو سلوک حضرت عثمان نے کیا اوس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ہیجان میں آگئے اور عراق۔ مصر۔ شام وغیرہ سے مسلمانوں کو طلب کیا کہ آکر خلافت رسول کی اصلاح کریں۔ چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ کے صفحہ ۵۹ میں ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم من المہاجرین الاولین و بقیۃ الشوریٰ الی من بمصر من الصحابۃ والتابعین اما بعد ان تعالوا الینا وتدارکوا خلافۃ رسول اللہ عن اھلھا فان کتاب اللہ قد بدل و سنۃ رسول اللہ قد غیرت۔ یعنی یہ تحریر ہے مہاجرین اولین اور بقیہ اصحاب شوریٰ کی اون صحابہ اور تابعین کی طرف جو مصر میں ہیں جلد آؤ ہمارے پاس اور تدارک کرو خلافۃ رسول اللہؐ کا کیونکہ کتاب خدا بدل دی گئی اور سنت رسول کو منقلب کردیا۔

غرض سب لوگ جمع ہوئے اور حضرت عثمان کو قتل کردیا اور یہ کہا انقم علیک انک جعلت الحروف حرفا واحد یعنی صحابہ نے کہا اے عثمان ہم تم سے اس بات کا بدلہ لیتے ہیں کہ تم نے کئی حروف قرآن کو حروف واحد پر کردیا (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص۲۴)۔ اسکی مثال ویسی ہے جیسے کوئی پنج سورہ یا ہفت سورہ لکھکر باقی کل قرآن کو آگ لگادے تو پھر کون مسلمان ہے جو اوس شخص کو زندہ چھوڑیگا ان شہادتوں کے بعد کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان کا مجموعہ ناقص تھا

یعنی اوس سے بہت سا قرآن غائب ہو گیا تھا اور جو باقی تھا وہ اولٹ پلٹ بے ترتیب تھا جس سے اصحاب رسول واُمت رسول واقف تھی مگر کسی نے حضرت عثمان کے قتل کرنے کے سوا کچھ نہ کیا۔ نہ حفاظ کو بلایا کہ مجموعہ کو پورا کریں اور جو قرآن میں سے چلا گیا تھا پھر اوسکو لکھدیں اور جو ترتیب اُلٹ پلٹ کردی گئی تھی اوس کو درست کردیں۔ اور نہ خود حفاظ کو یہ توفیق ہوئی کہ وہ قرآن کو پورا اور اوسکی ترتیب کو صحیح کرکے ایک کامل وصحیح نسخہ مسلمانوں کے لیے تیار کردیتے۔ یہ کیونکر ہوتا۔ اسلئے کہ خداوندعالم نے خود اسکی حفاظت کا ذمہ لیا ہے پھر وہ کس طرح اصحاب سے اوس کام کو لیتا اور اُن کا مرہون منت ہوتا۔ لہذا اصحاب کو معلوم تھا کہ قرآن سے کیا غائب ہوا ہے اور کس قدر غائب ہوا ہے و ترتیب اُلٹ پلٹ دیگئی ہے اور اس غصہ میں مجرم کو قتل کر ڈالا لیکن اوس نقص کے پورا کرنے اور اسکے اصلاح کی توفیق نہ ہوئی اور نہ یہ خیال ذہن میں آیا۔ تو جب قرن اول میں حفاظ جو اصحاب رسول بھی تھے جو قرآن سے چلا گیا تھا اوسکو نہ پورا کیا تو اس وقت جاہل ہندوستانی حافظ سے کیا شُدنی ہے ع آزمودہ را آزمودن جہل است پس شیخ صاحب معاف کیجئے اہل اسلام کو تجربہ ہو چکا ہے۔ اب آپ قرآن پر نظر بدمت لگائیے اور جاہل حافظوں سے پورا قرآن لکھوا لینے کی غلط امید دلا کر قرآن کو آگ مت لگائیے ورنہ آپ کی بھی وہی گت ہوگی جو حضرت عثمان کی ہوئی۔

دوسرے خداوندعالم حضرت نوح کو حکم دیتا ہے اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ یعنی اے نوح میں تمہیں سمجھائے دیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے مت ہو جاؤ (سورہ ہود ع ۴) اور پھر سورہ القصص ع ۶ میں سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ۔ یعنی تمہیں سلام ہے ہم جاہلوں کی صحبت کے خواہاں نہیں۔ ان سب آیات واحادیث پر نظر کرکے شیخ سعدی نے فرمادیا ہے

زجاہل گریزندہ چوں تیر باش ٭ نہ آمیختہ چوں شکر شیر باش

سرانجام جاہل جہنم بود ∴ جاہل نکو عاقبت کم بود

غالباً شیخ صاحب کو جاہلوں کا یہ عیب معلوم تھا۔ لہذا حفاظ کی پردہ پوشی کے لئے اپنی اردو کتاب میں امی کا لفظ لائے ہیں جو عربی ہے اور اکثر لوگ اسکے معنی نہیں جانتے اور صاف صاف جاہل کہتے ہوئے شرمائے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب حافظ عموماً جاہل ہوتے ہیں اور زیادہ انکی تعداد اندھی ہوتی ہے۔ اور بمشورہ قرآن پاک و قول شیخ سعدی اُن سے کوسوں دور رہنا چاہئے۔

پھر جب خداوند عالم نے قرن اول کے حفاظ کو اجازت نہ دی کہ جو حصہ قرآن کا جاتا رہا ہے اوس کو پورا کردیں تو ان جاہل حفاظ کو جن سے بچنے اور پرہیز کرنے کا دوسروں کو حکم دیتا ہے اونکو خود کیونکر اجازت دے سکتا ہے کہ شیخ صاحب پورا قرآن غائب کردیں تو پھر اوسکو وہ لوگ لکھ ڈالیں۔ اور جب تک خداوند عالم کی اجازت نہ ہو حافظ صاحب کے بنائے ایک نہیں بن سکتی۔ رسولخدا کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا یعنی اے رسولؐ اگر ہم چاہیں تو جو قرآن تمہارے پاس نازل ہوا ہے اوس کو اٹھالیں پھر تم اپنے واسطے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاؤ گے (کہ قرآن کو واپس لاوے) (سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰) یعنی اگر قرآن سے کچھ غائب ہو جاوے تو خود رسول مقبول اوس کو پورا نہیں کرسکتے تو اصحاب کی کیا مجال تھی کہ غائب شدہ قرآن کو پورا کرتے۔ اور قرن اول میں جتنا قرآن اصحاب ثلٰثہ نے غائب کردیا تھا وہ اب تک غائب ہے اور کوئی بھی اسکو پورا نہ کرسکا تو بھلا اس وقت اگر خداوند عالم ظالموں کو چھوڑ دے کہ قرآن کو غائب کردیں تو پھر یہ جاہل حافظ کیا اوسکو پورا کرسکتے ہیں۔ المختصر خلافت کا اول نتیجہ مسلمانوں کو یہ ملا کہ قرآن جو اونکو ملا وہ ناقص اور سقیم۔ اس کے بعد یہ دعویٰ تعجب خیز ہے کہ یہ موجودہ قرآن بجنسہ ویسا ہی ہے جیسا کہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے

خلافت پرستی میں اس قدر جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ جب قرآن مثل لوح محفوظ رسولخداؐ کے زمانہ میں جمع نہ ہوا اور نہ خلیفہ اول و دوم کے وقت میں جمع ہوا تو بعد آگ لگانے کے کہاں سے آسکتا ہے اور چونکہ یہ سب خود کردہ ہے اسلئے جھوٹ جھوٹ تعریف کا انبار کیا جاتا ہے۔

رسولخداؐ کی دوسری امانت کے ساتھ خلافت نے جو برتاؤ و سلوک کیا وہ بھی ہو بہو ویسا ہی ہے جیسا قرآن کے ساتھ سلوک کیا گیا ہے اور کیوں نہ ہوتا کہ یہ دونوں امانت یعنی قرآن اور اہلبیتؑ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے جبتک حوض کوثر پر رسولخدا کے پاس پہونچیں۔ پس رسولخداؐ کا آنکھ بند کرنا تھا کہ اصحاب آگ لکڑی لے کر آئے کہ رسولخداؐ کے گھر کو معہ آل رسولؐ کے جلا دینگے۔ اوس کے بعد ہر طرح اونکی بیخ کنی و استخفاف پر کمربستہ ہوئے اور جب اونہیں سربرآوردہ ہوا اوس سے جنگ شروع کردی۔ یہاں تک کہ حضرت علیؑ کو نماز میں شہید کردیا اور امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا اور امام حسینؑ کو مع ۱۸ بنی ہاشم و ۷۲ اصحاب کے برملا میدان کربلا میں شہید کر ڈالا۔ اور جیسے قرآن کے سب نسخوں کو آگ لگا کر صرف ایک سقیم نسخہ مسلمانوں کے لئے چھوڑا ویسا ہی آل رسولؐ کو قتل و غارت کرکے اور اونکے خیموں میں آگ لگا کر صرف ایک فرد سقیم بیمار کربلا کو چھوڑا اور اب اونکے تابعین و ہواخواہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے حافظ ہیں اور اہلبیتؑ نبوی سے محبت کرتے ہیں (دیکھو صـ رسالہ مذکور) حالانکہ جو قرآن باقی ہے اور جو اہلبیت کی فرد باقی رہگئی تھی وہ خدا کی قدرت تھی اور اونکا پھولنا پھلنا۔ اور ساری دنیا پر اون کا روحانی تسلط خدائی کرشمہ ہے۔ خیال فرمایئے کہ جب کفار قریش نے حضرت رسولؐ کے گھر کو گھیر لیا کہ اونکو قتل کر ڈالیں تو رسولؐ شب کی تاریکی میں حضرت علیؑ کو اپنے فرش پر سُلا کر خود ہجرت کر گئے۔ اور کفار قریش نے صبح کے وقت حضرت علیؑ کو فرش رسولؐ پر دیکھا تو کیا مانع ہوا کہ اونکو قتل نہ کر ڈالا۔ کوئی وجہ ظاہری حضرت علیؑ کے

بچنے کی نہ تھی لیکن چونکہ خداوند کریم کو حضرت علیؑ کے ذریعہ سے کفار کو زیر کرنا اور اسلام کو فروغ دینا تھا اسلئے اونکو شب ہجرت محفوظ رکھا۔ اب اگر قریش کہیں کہ اونھوں نے حضرت علیؑ کی محبت کے سبب اون کے ساتھ تعرض نہ کیا تو کون اونکو سچا کہیگا۔ اسی طرح حضرت سید سجادؑ بیمار کربلا کی جان بچنی ہے۔ جب خلیفہ یزید کی لشکر نے امام حسینؑ کو مع کل اصحاب و اعزہ قتل کر ڈالا یہاں تک کہ چھ مہینہ کے بچہ تک کو بھی نہ چھوڑا تو پھر سید سجاد جوان آدمی کیونکر اون سفاکوں کے ہاتھ سے بچ گئے۔ کوئی شک نہیں کہ حضرتؑ کا بچنا قدرت خدا تھی۔ اب یزید کے ہوا خواہ کہیں کہ اونھوں نے حضرت سید سجاد کو محفوظ اور زندہ چھوڑا تو کون مانیگا۔ ٹھیک یہی حالت قرآن پاک کی ہے کہ ایک حملہ اوسپر خلافت اول میں ہوا اور دوسرے حملہ میں جو خلافت ثالثہ کے وقت میں ہوا صرف ایک ناقص اور سقیم نسخہ بچ گیا اور باقی سب سپرد آگ کر دیا گیا۔ قرآن کے سقیم اور ناقص ہونے کا ثبوت بزبانی حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر پیش کر چکا ہوں اون کے علاوہ علماء یورپ نے جب صرف سطحی نظر قرآن پاک پر کی ہے تو کہہ دیا ہے کہ یہ ایک بالکل سقیم مجموعہ ہے جسکے جملے ایک دوسرے سے بے ربط یعنی اولٹ پلٹ۔ آیات مقدم موخر ہیں۔ جیسے حضرت بیمار کربلا کو اسیر دیکھکر کہنے والے کہتے تھے کہ یہ غلام ہے اس نے خلیفہ وقت پر خروج کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب علماء یورپ نے قرآن کے معانی اور تعلیم پر نظر کی تو اوسکے گرویدہ ہوگئے۔ چنانچہ مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ "قرآن عالم اسلام کا ایک مشترکہ قانون ہے جو معاشرتی۔ ملکی۔ تجارتی۔ فوجی۔ عدالتی اور تعزیری معاملات پر حاوی ہے لیکن ان سب کے ساتھ وہ ایک مذہبی ضابطہ بھی ہے۔ اس نے ہر چیز کو با ضابطہ بنایا ہے۔ مذہبی رسوم سے لیکر حیات روزمرہ کے افعال۔ روحانی نجات۔ جسمانی صحت۔ اجتماعی اور انفرادی حقوق۔ شرافت۔ قباحت۔ دنیوی سزا۔ اخروی عقوبت تک تمام امور کو سلک ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے۔" یہ ہے تصدیق آیہ کریمہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی قرآن کی نصیحت اور تعلیم سب محفوظ ہے۔ مسٹر جارج برناڈ شا جو دنیا کے بہت بڑے شخص مانے جاتے ہیں لکھتے ہیں۔

"اسلام کو اوسکی تعجب خیز روحانیت کی وجہ سے میں نے ہمیشہ عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ یہی ایک مذہب ہے جو تغیرات زمانہ کو اپنی آغوش میں لیکر اپنے ہمرنگ بنا لیتا ہے جسکی وجہ سے ہر زمانہ میں یہ انسان کے قلب کو متاثر کرتا ہے مثل میرے بڑے آدمیوں کی پیشینگوئی پر دنیا کو کان دھرنا چاہیئے۔ میں نے یہ پیشینگوئی کردی ہے کہ محمد صلعم کا مذہب کل کے یورپ میں مقبول ہوگا اور اس وقت اس کا قبول کیا جانا شروع ہوگیا ہے۔ قرون متوسطہ کے پادریوں نے تعصب مذہبی یا جہالت سے محمد صلعم کو بہت ہی بُرے رنگ میں رنگا تھا۔ وہ لوگ واقعاً محمد صلعم کو بحیثیت ایک انسان کے اور اونکے مذہب کے ساتھ نفرت کرنا سکھائے گئے تھے۔ اُن لوگوں کے نزدیک محمد صلعم گویا دجال اور مخالف مسیحؑ تھے۔ ہم نے حضرتؐ کے حال کو خوب غور سے دیکھا ہے۔ نہایت عجیب ہستی تھی اور میرے خیال میں حضرت مسیحؑ کے مخالف ہونیکے عوض آپ انسان کو راہ نجات پر لگانے والے تھے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اگر آپ کے ایسے شخص کا دنیا میں آنا ہو اور وہ اس دنیا کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیوے تو دنیا کی کل مہمات کو وہ اس طرح حل کردیگا کہ تمامی دنیا میں امن اور خوشحالی قائم ہو جائیگی۔ بہرکیف نویں صدی میں با ایمان اہل الرائے مثل کارلائل۔ گیٹی اور گبن نے حضرت محمد صلعم کے مذہب میں مخصوص خوبی پائی لہذا یورپ کے خیال کی کچھ اصلاح ہوئی۔ لیکن موجودہ یورپ اسلام کی خوبیوں کی شناخت میں بہت ترقی کرگیا ہے۔ یہ حضرت محمد صلعم کے مذہب پر دلدادہ ہوتا جاتا ہے۔ آئندہ صدی میں یہ اور بھی زیادہ اس کا معترف ہو جائیگا کہ یہ مذہب یورپ کے کل مسئلوں کو حل کردے گا اور اسی معنی میں میری پیشینگوئی کو سمجھنا چاہیئے فی زمانا میرے بہت سے ہم قوم (انگریز) اور بہت سے لوگ یورپ کے اسلام

میں داخل ہو گئے ہیں اور یورپ کا مسلمان ہونا شروع ہو گیا ہے"۔
بس جب ایک سقیم نسخہ جسکو حضرت عثمان نے دنیا میں چھوڑا تھا ایسے کرشمے دکھا رہا ہے تو اوس سقیم فرد اہلبیت کا کیا کہنا ہے کہ کوئی خطہ دنیا کا آپکی اولاد سے خالی نہیں ہے۔ اور ساری دنیا ان حضرت کے با ایمان۔ عالم۔ زاہد۔ متقی اور بے مثل زمانہ ہونیکا اعتراف کرتی ہے۔ ظالموں کا دعویٰ اب قرآن اور اوسکی حفاظت کرنے کا ویسا ہی ہے جس طرح نمرود کہے کہ ہم نے تو صرف شعبدہ کیا تھا آگ نہ تھی بلکہ ہمیں نے حضرت ابراہیمؑ کو پھول کے فرش پر پھینکا تھا۔ یا فرعون دعوے کرے کہ اگر میں حضرت موسیٰ کو اپنے گھر میں پرورش نہ کرتا تو حضرت موسیٰ کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ یا روم کا بادشاہ کہے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کو سولی نہ دی تھی بلکہ صرف ایک سیڑھی بنا دیا تھا جسکے ذریعہ سے وہ آسمان پر چڑھ گئے۔ یا قریش کہیں کہ ہم نے حضرت علیؑ کو صبح ہجرت بچالیا تھا۔ یا یزیدی کہیں کہ اونھوں نے حضرت سید سجاد کی حفاظت کی ورنہ نسل رسالت ختم ہو جاتی۔ غرض جب منافقوں کے ظلم سے قرآن بچ رہا اور اوسکے ساتھ چالبازی کرنے سے اوس کا کچھ نہ بگڑا اور اہلبیت کو تباہ و برباد کرنے سے نسل رسولؐ دنیا سے غائب نہ ہوئی اور اس وقت اس کا تسلط ساری دنیا کے قلوب پر ہے تو بات بنانے سے کچھ حاصل نہیں اور جن لوگوں نے یہ سب فساد کیا ہے اون کے پیرو قرآن اور اہلبیتؑ کے نہ محافظ ہو سکتے ہیں نہ محب۔

آخر کلام الاعمال بالنیات مشہور مقولہ ہے جن حفاظ کے برتے پر شیخ صاحب نے ایسا دعوےٰ کیا ہے اونکی کیا حقیقت ہے اونھوں نے قرآن کو اس واسطے نہیں حفظ کیا ہے کہ اوس کو سمجھیں اور اوسکی اطاعۃ کریں۔ چنانچہ شیخ صاحب اپنے رسالہ کے صلا میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حافظوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان پڑھ محض امی ہوتے ہیں نہ اونکی زبان عربی نہ صرف ونحو کے واقف مگر قرآن کو اول سے آخر تک

بالکل صحیح سنا سکتے ہیں"۔ آخر یہ ریاضت کس غرض سے ہوتی ہے۔ یہ سب محنت اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ بمخالفت قرآن پاک اوسکے آیات کے ذریعہ سے دو پیسہ کماویں قرآن تو سورہ المائدہ رکوع ۷ میں فرماتا ہے: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی اے مسلمان میری آیت کے ذریعہ سے دنیا نہ کماؤ اور یہ جاہل حافظ قرآن کی آیات پر رمضان کی راتوں میں ریل دوڑا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں بس انکو قرآن کی حفاظت کا ذریعہ قرار دینا خدا کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔

ان سب ظلم و جور کے بعد بھی اہلبیتؑ پر اور قرآن پر امت رسولؐ نے رحم نہ کھایا لیکن چونکہ قرآن کے جلانے کے عوض لوگوں نے حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا اور حسینؑ اور انکے اعزا و اصحاب کے قتل کے عوض مختار ثقفی علیہ الرحمہ نے یزیدیوں کو قتل و غارت کیا تو بعد والوں کی ہمت نہیں ہوتی کہ ظاہر بظاہر کوئی ظلم کریں۔ لیکن اہلبیتؑ کے ساتھ یہ کیا کہ اونکو نظر بند یا قید رکھنے لگے اور بالآخر زہر سے یکے بعد دیگرے ۸ پشت تک خفیہ شہید کیا گئے۔ اوسی طرح قرآن میں اب رد و بدل یا اُلٹ پلٹ کرنیکی ہمت نہیں کرتے۔ لیکن اوسکے معنی بگاڑنے کی کوشش برابر جاری ہے چنانچہ شیخ صاحب کے رسالہ سے میں اس کو بخوبی ثابت کئے دیتا ہوں۔

صلا میں شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ" قرآن کے احکام بالکل معتدل یعنی دورو کے واسطے خاص خاص رعایت عقل و انصاف کے ترازو پر تُلے ہوئے ․․․ قرآن کی بدولت جو اصلاح عرب میں وقوع پذیر ہوگئی وہ تاریخ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ شرک سے توحید، جنگ جو سے صلح جو۔ بداخلاق سے نیک اخلاق۔ بے علم سے عالم۔ مفتوح سے فاتح اور کیا کچھ نہ بن گئے"۔ پھر صلا میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے دین بھی چھان پھٹک کر ایسا کامل اور آسان بنا دیا کہ خلقت کی کل حاجات کا قیامت تک ذمہ دار ہو گیا وہ کامل دین معتدل ہو کر اور صراط مستقیم کا نام پاکر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے حوالہ کیا گیا"۔

الجواب :۔ قرآن اور اسلام کے ان اوصاف میں کسی سچے مسلمان کو کوئی عذر وانکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا اوپر جارج برناڈ شا کا قول نقل کیا ہے۔ قرآنی تعلیم انسان کے ہر مسئلہ اور مہم کو حل کرنے والی ہے لیکن جب اس کا عملی ثبوت شیخ صاحب سے پوچھا جاوے تو قرآن کے کامل ہونے سے انکار کر کے کہدینگے کہ فاتح و بادشاہ ہونے کے بعد اسلام نے کوئی تعلیم نہ دی کہ فاتح اور بادشاہ کی وراثت کیسے جاری ہوگی۔ اور نہ یہ بتایا کہ رسولؐ کے بعد مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے اور کون حضرتؐ کا جانشین ہوگا۔ بلکہ مسلمانوں کو بغیر ہدایت کے چھوڑ دیا کہ خلافت کے لئے خونریزی کیا کریں۔ لہذا قرآن اور تعلیم رسولخداؐ کے خلاف اجماع۔ شوریٰ۔ استخلاف اور سب سے بالا قہر و استیلا جو بغاوت کا پردہ پوش نام ہے اصول قائم کر لیا جس کا نتیجہ اسلام میں وہ خونریزی ہے کہ مورخوں نے کہدیا کہ اسلام خود اپنے خون میں غرق ہو گیا۔ چنانچہ مسٹر میڈیو کہتے ہیں کہ "قرابت کے لحاظ سے اگر تخت نشینی کا اصول علیؑ کے موافق مانا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے پیدا ہی نہ ہوتے جنھوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں ڈبو دیا"۔

میں عرض کرتا ہوں کہ فطرتی وراثت و خلافت جو کل انبیاء سابقین میں جاری تھی اور جسکی تعلیم قرآن پاک امت محمدی کو دیتا ہے اور جس کے مطابق رسولخداؐ نے حضرت علیؑ کے ساتھ خلافت کا معاہدہ کیا تھا اور آپ کو ولی۔ صادق مولیٰ وغیرہ فرما کر اطاعۃ کا حکم فرمایا کرتے تھے (تفصیل کے لئے میرا رسالہ آل واصحاب ملاحظہ ہو) اگر اصحاب کو یہ سب تعلیم و ہدایت ناپسند تھی تو اسکو نظر انداز کر کے کوئی ایک معقول اصول قائم کیئے ہوتے اور اس کو اپنے اپنے موقع و ناجائز غرض کے مطابق ردوبدل نہ کرتے۔ تو انکا فعل اس قدر باعث نفرت نہ ہوتا لیکن کوئی اصول قائم کرنے کے عوض قرآن اور فرمان رسالت پناہی کو بالائے طاق رکھدیا۔

اور جب جیسا موقع ملا اوسکے مطابق چالبازی کر کے خاندان رسالت کو خلافت سے محروم رکھا۔ رسولخداؐ کے انتقال کے بعد بنی ہاشم کی تجہیز و تکفین میں مشغولیت کو غنیمت جان کر حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے اور چند اوباش و منافق کے مجموعہ کو اجماع کا معزز خطاب دیا گیا۔ جب خود اونکے انتقال کا وقت آیا تو حضرت عمر کے نام استخلاف نامہ لکھدیا تاکہ اونکے خلیفہ ہونے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہونے پائے اور آل رسول محروم رہیں اور جب حضرت عمر کا وقت آیا تو انھوں نے چھ آدمی ایسے مقرر کئے جو حضرت علیؑ کے مخالف تھے اور اون کے مشورہ سے حضرت علیؑ کو محروم کر کے حضرت عثمان خلیفہ بن گئے اور بالآخر جب حضرت علیؑ واقعی سچے اجماع سے خلیفہ مقرر ہوئے تو اون سے لگے بغاوت کرنے اور جب معویہ ایسے باغی نے شام پر قبضہ کرلیا تو قہر و استیلا کا اصول قائم ہوا۔ حالانکہ قرآن پاک میں ایک اصول بھی جانشینی کا ایسا نہیں مل سکتا۔ انھیں اصولوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں باپ کو قتل کر کے یا قید کر کے بیٹا تخت پر بیٹھتا ہے۔ بھائی بھائی کو قتل کر کے اپنی سلطنت کو مضبوط کرتا ہے۔ فوج کا افسر بغاوت کر کے خود بادشاہ بنتا ہے۔ بالآخر مسلمان فاتح ہونے کے عوض مفتوح صلح جو ہونیکے عوض جنگ جو ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت دنیا میں ایسے گرے ہیں کہ ہر کہ و مہ سے ڈرتے ہیں۔ اگر اصحاب احکام قرآن و فرمان رسالت پناہی کا پاس کئے ہوتے تو اس وقت وہ ایسے ہی فاتح ہوتے جیسا رسولخداؐ اونکو بنا گئے تھے۔ اس بحث کے متعلق میرا رسالہ آل و اصحاب ملاحظہ ہو جس میں قرآنی آیات سے خلافت و جانشینی کا اصول واضح کر دیا گیا ہے۔ اب شیخ صاحب اور اونکے ہم مشرب قرآن کو کامل و مکمل کہنے کے بعد بھی کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس میں رسولخداؐ اور فاتح و بادشاہ کی وراثت اور جانشینی کی تعلیم نہیں ہے اور یہ بہت بڑا نقص ہے۔

ص ۱۷ میں شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ "رسول کی امت کو کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ کہا گیا ہے"

الجواب:۔ یہ آیت سورہ آل عمران رکوع ۱۲ میں ہے اور پوری آیت یہ ہے کُنتُم خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط اس آیۃ میں خَیْرَ اُمَّةٍ کے معنی بہترین امت شیخ صاحب نے لکھا ہے۔ حالانکہ عربی میں صفت و موصوف کے آخر حرف کو ایک ہی حرکت ہوتی ہے۔ یعنی اگر موصوف کا آخر حرف مفتوح ہے یعنی اوس پر زبر ہے تو صفت کے آخر حرف پر بھی زبر ہونا چاہئے۔ اوسی طرح اگر موصوف کے آخر حرف پر کسرہ یا زیر ہے تو صفت کے آخر حرف پر زیر ہوگا اور اگر موصوف کے آخر حرف پر پیش ہے تو صفت کے آخر حرف پر پیش ہوگا۔ لیکن مضاف کے آخر حرف کو جو بھی حرکت ہو مضاف الیہ کا آخر حرف ہمیشہ مکسور ہوتا ہے یعنی اوسکو زیر ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت میں خَیْرَ کے آخر حرف رے کو زبر ہے اور اُمَّةٍ کے آخر حرف کو زیر ہے اسلیے یہ صفت و موصوف نہیں ہے بلکہ مضاف و مضاف الیہ ہے اور خَیْرَ اُمَّةٍ کے عوض اچھی امت کے معنی ہونے کے صحیح معنی امت کی اچھی فرد کے ہے۔ اور شیخ صاحب خلاف نحو قرآن کے معنی بگاڑ کر اپنے محبوب کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ خَیْرُ اُمَّةٍ ویسا ہی ہے جیسا خَیْرُ خَلْقِہٖ۔ وَخَیْرُ الْبَرِیَّةِ وَ شَرُّ الْبَرِیَّةِ یعنی خدا کے مخلوق کی بہتر فرد جو رسول خدا کا خطاب ہے اور دنیا کی بہتر فرد جو مومن خالص کا خطاب ہے اور دنیا کی بدتر فرد جو کافر کا خطاب ہے اور خَیْرُ النِّسَاءِ بہترین عورت جو خطاب حضرت فاطمہ زہرا کا ہے۔ جیسے خَیْرِ خَلْقِہٖ سے کل خلقت اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ جیسے خَیْرُ الْبَرِیَّةِ سے کل مخلوق اچھی نہیں سمجھی جاتی اور نہ شَرُّ الْبَرِیَّةِ سے کل مخلوق بدتر سمجھی جاتی ہے۔ اور جیسے خَیْرُ النِّسَاءِ سے کل عورتیں اچھی نہیں کہی جاتیں اوسی طرح خَیْرُ اُمَّةٍ سے کل اُمت مراد نہیں ہے بلکہ امت کی ایک یا چند فرد مراد ہیں جو اچھی ہیں اور باقی امت کو

اچھے کام کرتی ہیں اور برے کام سے منع کرتی ہیں اور خدا پر ایمان رکھتی ہیں۔ ان اچھی فردوں کو اہلسنت نہیں پہچانتے اس لیئے وہ کل امت کو اچھا کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ خَيْرَ اُمَّةٍ کا دائرہ عتنا چاہیں وسیع کریں لیکن وہ اپنے محبوب کو اسمیں داخل نہیں کرسکتے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے بہت واضح لفظوں میں اونکی شناخت کرادی ہے۔ چنانچہ سورہ محمد رکوع ۳ میں فرماتا ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ یعنی قریب ہے کہ تم لوگ حکمراں بن کر دنیا میں فساد کروگے اور قطع رحم کروگے۔ ایسے ہی لوگوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور اونکو گونگا اندھا کردیا ہے۔ یہ خطاب اصحاب رسولؐ سے تھا۔ اصحاب رسولؐ میں کون حکمراں بنا یہ معلوم کرنے کے بعد مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن کی تصدیق کریں اور اُن سے تبرا کریں اور ہرگز ہرگز انکو خَيْرَ اُمَّةٍ کا مصداق نہ جانیں۔ اس آیت کی مفصل بحث میرے رسالہ آل و اصحاب میں ملاحظہ ہو۔

صہ۳۲ میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "باقی پیغمبروں پر حضرت محمد صلعم کو اور مہینوں پر ماہ رمضان کو۔ اور امت کے مومنوں پر اصحاب رضی اللہ عنہم کو فخر بخشا ہے ..... فضیلت کی یہ تقسیم رحمانی ہے انسانی نہیں ہے"۔

الجواب:۔ یہاں شیخ صاحب نے دو معلوم شے کے درمیان ایک مجہول شے کو داخل کرکے چپکے سے نکال لیجانا چاہا ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ کی فضیلت باقی انبیاء پر معلوم ہے۔ اور ماہ رمضان وہ ہے جس میں شب قدر ہے جسمیں قرآن نازل ہوا جسمیں شیطان قید بند رہتا ہے۔ اور اہل اسلام صوم وصلوٰۃ میں مشغول رہتے ہیں لہٰذا اسکی بھی فضیلت معلوم ہے۔ ان دو فردوں کے ساتھ صحابہ کو رکھ کر شیخ صاحب نکال لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بصیرت

سے وہ نکل کر نہیں جا سکتے۔ ایک آیت بھی شیخ صاحب پیش کر دیں جس سے صحابہ کی فضیلت مومن غیر صحابی پر ثابت ہو تو جانوں۔ قرآن پاک میں اسکے خلاف خبر ہے چنانچہ سورہ الحجرات رکوع ۲ میں ہے:۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ الخ یعنی اے ایمان والے اصحاب تم میں سے کوئی مرد دوسرے قوم کے مردوں کی ہنسی نہ اڑاوے۔ قریب ہے کہ وہ لوگ طعنہ کرنے والوں سے اچھے ہوں۔ پس جب قرآن پاک خود کہتا ہے کہ غیر قوم والے اصحاب سے اچھے ہو سکتے ہیں تو پھر شیخ صاحب کہاں سے رحمانی تقسیم ایسی لائے ہیں جس سے اصحاب کی فضیلت غیر اصحاب پر ثابت ہو۔ اس طرح قرآن کے احکام بدلنے سے آپ کو نہ حق مل سکتا ہے اور نہ جنکی فضیلت قائم کرنا چاہتے ہیں انکی فضیلت قائم ہو سکتی ہے پس فضیلت وہی ہے جو قرآن کی آیات کے صحیح معنی سے ثابت ہو۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اصحاب تین صفت کے تھے ایک مومن خالص دوسرے منافق۔ تیسرے مولفۃ القلوب۔ مومن خالص وہ تھے جو اللہ و رسولؐ کی اطاعت کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے اور نہ کبھی خودرائی کرتے تھے اور نہ شک کرتے تھے اور نہ جہاد سے فرار کرتے تھے اور نہ مال سے بخل کرتے تھے۔ نہ نماز میں رسولخداؐ کو چھوڑ کر کھیل تماشے۔ سودا سلف کی طرف جاتے تھے۔ منافق وہ تھے جو رسولخداؐ کے مقابلہ میں خودرائی کرتے تھے۔ احکام میں شک کیا کرتے تھے۔ جنگ سے فرار کیا کرتے تھے اور ان میں سے چند ایسے تھے جنکو خلافت کی ہوس تھی اور وہ آل رسولؐ کی تعریف و توصیف سنکر جلا کرتے تھے اور حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ تیسری قسم مولفۃ القلوب کی وہ تھی جو طمع دنیاوی سے صرف منہ سے اسلام ظاہر کرتے تھے اور انکے ظاہری اسلام کے بدلے رسولخداؐ انکو انکے حصہ سے زیادہ مال دیا کرتے تھے تاکہ وہ ظاہر اسلام پر باقی رہیں۔ مومن اور منافق کے تذکرہ سے قرآن بھرا ہے اور وہ سب جانتے ہیں اور مولفۃ القلوب کا ذکر سورہ التوبہ کے رکوع ۸ میں ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ الخ یعنی صدقہ تو صرف فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اوسکے کارندوں کا اور جن کی تالیف قلب کیگئی ہے۔ منافقوں کے ساتھ مثل مومنین کے برتاؤ اور مولفۃ القلوب کے ساتھ یہ مراعات اسلئے تھی کہ یہ جیسے ہوں انکی اولاد جس نے کفر و شرک نہیں دیکھا ہے وہ ان سے بہتر ہوگی۔ چنانچہ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت محمد اپنے باپ حضرت ابوبکر سے بہتر تھے۔ حضرت عبداللہ اپنے باپ حضرت عمر سے بہتر تھے حضرت مسلم اپنے باپ حضرت عقیل سے بہتر تھے۔ معاویہ ابن یزید اپنے باپ اور دادا سے افضل تھے۔ اور اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی اور امام حنبل اصحاب کبار سے افضل تھے۔ وہ بعد رسولخدا اپنے کو ان بزرگوں کے نام کے ساتھ منسوب کرنا پسند کرتے ہیں لیکن کسی صحابی کے ساتھ اپنے کو منسوب نہیں کرتے۔ مصلے ابراہیم کے مقابلہ میں مصلے حنفی مصلے شافعی و مالکی و حنبلی قائم کیا جو کسی صحابی بلکہ رسول کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کا وہ مرتبہ ہے کہ کسی صحابی کی اونکے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ غرض اہلسنت حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی۔ قادری وارثی ہونا پسند کرتے ہیں لیکن نہ اپنے کو صدیقی کہتے ہیں نہ فاروقی اور نہ معاویتی اور نہ کسی صحابی کا عُرس کرتے ہیں نہ فاتحہ نہ درود۔ ان واقعات سے بخوبی ثابت ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں کے اعتقاد کے مطابق بعض صحابی سے بعض غیر صحابی بہتر اور افضل ہوئے ہیں۔ پھر کیونکر قرآن پاک یہ خبر دے سکتا ہے کہ امت کے مومنوں پر صحابہ کو فخر ہے شیخ صاحب کا یہ غلط دعویٰ صرف ابلہ فریبی ہے جس کو کوئی عارف قرآن نہیں مان سکتا۔ ان سب کے علاوہ قرآن اور دنیا کی تاریخ پکار پکار کر رہی ہے کہ مومنین میدان کربلا رسولخدا کے اصحاب سے بدرجہا بہتر اور افضل تھے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ

بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ یعنی بے شک خدا اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اوسکی راہ میں اس طرح جم کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (سورہ الصف رکوع اول) ساری دنیا گواہ ہے کہ حسینؑ کے ۱۸ اعزا اور ۷۲ رفقا اس آیہ کریمہ کے پورے مصداق ہیں حسینؑ اون سے بیعۃ اُٹھا لیتے ہیں۔ اپنی شہادت کی خبر دیتے ہیں اور اونکو رخصت کرتے ہیں اور وہ جانباز کہتے ہیں کہ ستر مرتبہ بھی قتل ہوں اور زندہ کیے جاویں تب بھی امامؑ کا قدم نہیں چھوڑیں گے۔ انکے مقابلہ میں رسولخداؐ کے اصحاب کے متعلق جنگ اُحد میں یہ خبر ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ یعنی اے اصحاب رسولؐ اوس وقت کو یاد کرو کہ جب تم پہاڑ پر چڑھے جاتے تھے اور پھر کر بھی کسی کو نہیں دیکھتے تھے حالانکہ رسولخداؐ تمہارے پیچھے کھڑے تم کو پکار رہے تھے (سورہ آل عمران رکوع ۱۶) یعنی امام حسینؑ اپنے اصحاب سے بیعۃ اٹھا لیتے ہیں اور چلے جانے کی رخصت دیتے ہیں لیکن وہ جانباز قدم امامؑ نہیں چھوڑتے اور اصحاب رسولؐ کی گردن میں بیعۃ ہے اور رسولؐ کو چھوڑ کر پہاڑ پر بھاگ جاتے ہیں۔ رسولؐ اونکو پکارتے ہیں اور وہ پھر کر بھی نہیں دیکھتے۔ اسی طرح ہر جنگ میں اصحاب کبار کے فرار کی خبر ہے اور خداوند عالم اونکے لئے بآء بغضب من اللہ اور عذاب الیم کی دھمکی دیتا ہے لیکن وہ نہیں مانتے۔ ان سب امور کا خداوند عالم کو علم تھا۔ تو اس پر بھی کیونکر رحمانی تقسیم ایسی ہو سکتی ہے کہ مومنین امت پر صحابہ کو فخر حاصل ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مومنین امت جو کربلا کے میدان میں موجود تھے اون کے مقابل کے ایک صحابی کا نام بھی کوئی بتا دے تو جانوں اُن سے افضل ہونا تو درکنار۔ ان سب واقعات سے چشم پوشی کرکے شیخ صاحب جو چاہیں وہ کہیں اور بیچارے عوام کو دھوکہ دیویں لیکن یاد رہے کہ علام الغیوب کے سامنے جواب دینا ہوگا جس روز کوئی مکر اور کوئی بات بنانا کام نہ آوے گا۔

ص۳۳ میں شیخ صاحب رقمطراز ہیں " بیت اللہ شریف ہر ایک ملک کے مسلمان کے واسطے نماز کا مرکز ہے مشرق و مغرب شمال و جنوب کے مسلمان نماز کے وقت اسکی طرف جو منہ کرتے ہیں۔ اس ظاہری طریق سے مسلمانوں کو اتحاد قومی کا ایک عملی سبق سکھلایا گیا ہے نماز جماعۃ یا نماز منفرد ہر دو کے وقت بیت اللہ شریف کو خاص جہت دیگئی ہے تاکہ پراگندہ شیرازہ کی طرح مسلمان بے اتفاقی سے پرہیز کریں۔ مگر افسوس ہماری حالت دگرگوں ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے"۔

الجواب:۔ اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا جب تک انسان خود اپنی حالت درست نہ کرے چنانچہ سورہ رعد رکوع ۲ میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط خداوند عالم کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ اسی طرح سورہ الانفال رکوع ۷ میں فرماتا ہے کہ جب کوئی نعمت خدا کسی قوم کو دیتا ہے تو تاوقتیکہ وہ لوگ خود اپنی قلبی حالت نہ بدلیں خدا بھی اسے نہیں بدلتا پس شیخ صاحب معلوم نہیں اپنی حالت پر افسوس سمجھکر کرتے ہیں یا بے سمجھے ہوئے میرے خیال میں وہ اپنی حالت کی تبدیلی نہیں سمجھے ہیں۔ نماز میں اتحاد کے لئے قرآن پاک میں دو حکم ہے:۔

(۱) سورہ البقرہ رکوع ۱۷۔ فَوَلِّ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی مسجد حرام کی طرف منہ کرلو۔ (۲) سورہ البقرہ رکوع ۱۵۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔

اسمیں شک نہیں کہ کل اہل اسلام حکم اول پر باقی ہیں۔ لیکن اہلسنت والجماعۃ شیرازہ کی پراگندگی کے دور کرنے کے عوض جان بوجھکر پراگندہ ہوگئے ہیں اور مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنانے کے حکم کی مخالفت کرکے فرقہ در فرقہ ہوکر انھوں نے اپنے لئے الگ الگ مصلےٰ بنا لیا ہے۔ ایک گروہ حنفی مصلےٰ کی طرف نماز پڑھتا ہے تو دوسرا شافعی کیطرف تیسرا حنبلی کیطرف اور چوتھا مالکی کیطرف۔ آخر یہ چار مصلوں کی بدعۃ کی کیا ضرورت

تھی سوا اسکے کہ قرآن پاک سے ہر طرح کی مخالفت کی جاوے۔ پس جب تک شیخ صاحب اور اون کے ہمخیال قرآن پاک کی اتحادی تعلیم پر واپس نہیں آتے اور ان مصلوں کو مٹا کر مصلے ابراہیمی پر قائم نہیں ہوتے اوس وقت تک اللہ رحم نہیں کرنے کا اور نہ اونکی پراگندگی دور ہونے کی۔ شیعے زمانہ رسولخدا سے اس وقت تک اوسی مصلے پر قائم ہیں اور تا قیام قیامت قائم رہیں گے۔

ص۳۶ میں شیخ صاحب آیہ کریمہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً یعنی ہے کوئی جو خدا کو قرض حسنہ دے تاکہ خدا اوسکے مال کو اسکے لئے کئی گونا بڑھادے (سورہ البقرہ رکوع ۳۲) کو لکھکر فرماتے ہیں "صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت رسول صلعم کی خدمت میں اس آیت سے متاثر ہو کر مال کیا اپنی جانوں کو بھی حاضر کردیا"۔ پھر ص۳۹ میں یوں مدح سرا ہیں "صحابہ رضی اللہ عنہم جو امت کا فخر ہیں اور جن کی تعریف قرآن شریف میں جا بجا مذکور ہے اور جنھوں نے اسلام کی مدد میں جانوں اور مالوں کو قربان کر دیا تھا اور جو سب سے بڑھکر عامل بالقرآن تھے"۔

الجواب:۔ مجھکو خوف ہے کہ اس قدر قرآن پاک کی تکذیب کر کے کوئی شخص مسلمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس آیت سے متاثر ہو کر صحابہ راہ خدا میں خرچ کرنے کو آمادہ ہو گئے یا رسولخدا ہی کا ساتھ چھوڑ دیا خود قرآن پاک اوسکو بیان فرماتا ہے۔ سورہ المجادلہ رکوع ۲۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی اے ایماندار جب پیغمبر سے کوئی بات کان میں کہنی ہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہی تمہارے واسطے بہتر اور پاکیزہ بات ہے پس اگر تمہارے پاس مال نہ ہو تو بے شک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیۃ کا نازل ہونا تھا کہ سوائے مسکین و مفلس صحابہ کے جن کو صدقہ

دینا معاف تھا سب رفوچکر ہوگئے اور ایک نے بھی صدقہ دیکر رسولخدا سے بات
نہ کی جسکی خبر فوراً ہی آیت اوّل کے بعد یوں ہے:۔ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا
بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ یعنی کیا
تم لوگ اس بات سے ڈر گئے کہ رسول سے کان میں بات کہنے کے پہلے خیرات کرلو
جب تم لوگوں نے ایسا نہ کیا تو خدا نے بھی معاف کردیا۔ یہ ہے صحابہ کی سخاوت
کہ اونکی وجہ سے ایک آیت خیرات کو خداوندعالم کو منسوخ کرنا پڑا۔ یہ ایک خاص قلیل صدقہ
کی حالت تھی۔ اب صحابہ کی عام عادت سُنئے سورہ محمدؐ رکوع ۴ :۔ اِنۡ يَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا
فَيُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَيُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَاۤءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا
فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ‌ۚ یعنی اگر وہ تم سے مال طلب کرے اور تم سے
جھٹ کے مانگے بھی تو تم بخل کروگے اور خدا تمہارے کینے ضرور ظاہر کرکے رہیگا۔
دیکھو تم لوگ وہی تو ہو کہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو بلائے جاتے ہو تو تم میں سے
لوگ بخل کرتے ہیں۔ کہئے شیخ صاحب صرف سوال کو لکھکر آپ صحابہ کی تعریف
کا دفتر سیاہ کرتے ہیں اور اوس سوال کا جواب جو قرآن میں مذکور ہے اوسکی تکذیب
کرتے ہیں۔ دیکھئے قرآن سے کسی شخص کی تعریف اور مذمت کرنے کے وقت آیت
ذیل کو پیش نظر رکھا کیجئے تو ممکن ہے کہ آپ گنہگار نہ ہوں۔ سورہ البقرہ ع ۱۹:۔
اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى مِنۡۢ بَعۡدِ مَا
بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الۡكِتٰبِۙ اُولٰٓـئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ یعنی جو لوگ
روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو جنھیں ہم نے نازل کیا اسکے بعد چھپاتے ہیں جب کہ
ہم کتاب میں لوگوں کے واسطے صاف صاف بیان کرچکے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں
جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ پس قرض
کے سوال پر بغیر یہ دیکھے کہ سوال پورا ہوا کہ نہیں کسی کی تعریف کرنا مستوجب لعن خداوندی
ہے۔ اس کے بعد میں بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ جو آیۃ بخل کی مذمت میں آپ نے ص ۳۸

میں لکھا ہے اوسکے مصداق کا نام دھر دیجئے۔ وہ آیۃ یہ ہے سورہ آل عمران رکوع ۱۸
لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ
سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی جو لوگ خدا کی بخشش میں بخل کرتے
ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ اونکے لئے بہتر ہے بلکہ یہ اون کے لئے بُرا ہے اور جس ہے
سے اونھوں نے بخل کیا ہے قیامت میں اوس کا طوق بنا کر اونکے گلے میں ڈالا جائیگا
پس آیہ نجویٰ کے وقت جن لوگوں نے بخل کیا اون کی گردنوں میں طوق ہوگا۔ اب ذرا
شیخ صاحب ایک صحابہ نامدار کا بھی نام بتادیں جن کی گردن میں یہ طوق لعنت
نہ ہوگا تب صحابہ کی تعریف کریں۔

یہ تو مال کی حالت ہے جان حاضر کرنیکی حالت یہ ہے کہ ایک جہاد میں بھی صحابہ قرار
نہیں پکڑتے۔ جہاں دشمن کا حملہ ہوا فرار کر گئے۔ اس کی تفصیل کیلئے میرا رسالہ
آل واصحاب ملاحظہ ہو۔

صحابہ کا عامل بالقرآن ہونا بھی اسی سے واضح ہے کہ اُنھوں نے قرآن کو اُلٹ
پلٹ دیا۔ قرآن کے جو چند نسخے رسولخدا صلعم کے زمانہ میں تیار کئے گئے تھے اونکو جلا
ڈالا اور ایک سقیم نسخہ مسلمانوں کے لئے باقی چھوڑا۔ اب اسپر عمل کرنے کی یہ حالت ہی
کہ انکے عمل سے خلاف قرآن پاک و نظائر انبیا و سابق اجماع۔ استخلاف شوریٰ
اور قہر و استیلا یعنی بغاوت کا اصول قائم ہوا ہے۔ قرآن بار بار رسول صلعم کی اطاعۃ کا
حکم دیتا ہے اور صحابہ ہیں کہ رسولخدا صلعم جیش اسامہ کے ساتھ شام جانے کا حکم
دیتے ہیں اور وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ رسولخدا صلعم قلم دوات مانگتے ہیں۔ لیکن
صحابہ کہتے ہیں کہ ہم کو وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔ خداوندا انسان کو کسی
کی محبت میں اندھا نہ کر۔ خیر خدا اور رسول صلعم کی اطاعۃ کرتے یا نہ کرتے قرآن کے
بگاڑنے کی کوشش نہ کرتے تو بھی غنیمت تھا۔ قرآن پر عمل کرنے کے عوض ہر طرح
اوسکو بگاڑنے کی کوشش کی گئی۔ اور جب بگڑ نہ سکا تو ۶۔ ۷ نسخوں کو جلا کر خاک

کر دیا۔ اسکے بعد بھی اونکو عامل بالقرآن کہنا دروغ گویم بر روئے تو کا مضمون ہے

ص۲۷ میں ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے "مگر خدا کے الہام سے رات کے ایک حصہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنی چارپائی پر لٹا کر نکل گئے۔ صبح کو آپ کا تعقب شروع ہوا۔ غرض آپ کے قتل میں اہل مکہ نے کوئی دقیقہ باقی نہ رہنے دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اون سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا وعدہ آپ سے ہو چکا تھا۔ لہذا اسلام کا قرآن محفوظ۔ اسلام کا پیغمبر محفوظ۔ بیت اللہ محفوظ یہ معجزات بھی آیات بیّنات ہیں"۔

الجواب:۔ بے شک قرآن۔ رسول۔ کعبہ مومنین کے لئے ضرور محفوظ ہیں لیکن منافقین کے لئے سب غائب۔ مثلاً قرآن پاک منافقین کے لئے ایسا غائب ہو گیا ہے کہ ایک آیۃ کے بھی صحیح معنی۔ صحیح مطلب اور صحیح مقصود اونکو نہیں معلوم۔ اس کے ثبوت میں آیت بر آیت عرض کئے جاتا ہوں اور عرض کرونگا اور اس موقع پر بھی جو آیت شیخ صاحب نے پیش کی ہے وہ اس کو ثابت کرتی ہے کہ شیخ صاحب قرآن سے بالکل معرا ہیں۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ہجرت کے ۹ برس بعد حجۃ الوداع کے سال نازل ہوا۔ اس سے اور ہجرت کی حفاظت سے نہ کوئی واسطہ ہے نہ سروکار۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شیخ صاحب کو نہیں معلوم ہے کہ شب ہجرت رسولخدا کی حفاظت کے متعلق کوئی خبر قرآن پاک میں ہے کہ نہیں۔ اور نہ اونکو یہ معلوم ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کون موقع پر نازل ہوا اور کس حفاظت کی اسمیں خبر ہے۔ بس گویا کہ قرآن ممدوح سے غائب ہے۔ دوسرے ہجرت میں رسولخدا صلعم نے ہرگز حضرت ابوبکر کو ساتھ نہیں لیا اور نہ اون سے کوئی مشورہ کیا۔ بلکہ رسولخدا صلعم نے کل مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اوس شب کو کوئی گھر سے نکلے۔ لیکن رات گئے حضرت ابوبکر حسب عادت رسول

کے حکم میں شک کرتے ہوئے نکلے کہ کیوں رسولخدا صلعم نے نکلنے کو منع کیا ہے اور راستہ
میں ساتھ ہوگیا تو رسولخداؐ نے اونکو ہمراہ لے لیا کہ کوئی کافر اونکو گرفتار کر کے
رسولخداؐ کا راز نہ دریافت کرلے۔

رسولؐ کی ذات بھی مومنین کے لئے محفوظ تھی اور اب حضرتؐ کی تعلیم مومنین کے
لئے محفوظ ہے۔ لیکن منافقین نے نہ حیات میں رسولخداؐ کی تعلیم قبول کی اور نہ اب
کرتے ہیں۔ اور انکو نہیں معلوم کہ رسولخداؐ نے خلافت کے لئے کیا تعلیم فرمایا۔ صحابہ کی مذمت
سے قرآن بھرا ہے۔ لیکن اس کو بھول کر یہ لوگ غلط سلط تعریف کا انبار کر کے
قرآن پاک کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔ کعبہ اس طرح محفوظ ہے کہ اوس کو ٹکڑہ ٹکڑہ
کرڈالا۔ خداوندعالم نے ایک مقام ابراہیمی مصلے کیلئے قرار دیا تھا۔ یہ منافقین کو پسند
نہ ہوا۔ اس کو چھوڑ کر ایک دو نہیں چار مختلف مصلے قائم کرلئے اور شیرازہ کی پراگندگی
کو اظہر من الشمس کر دیا۔ اور یہ جانکر بھی کہ ایک کعبہ ایک مصلے مسلمانوں کے اتحاد باہمی
کے لئے مقرر کیا گیا ہے اوس سے مخالفت کرتے ہیں اور ایک مصلی پر قائم نہیں
ہوتے اور پھر عامل بالقرآن ہونے کا دعوے کرتے ہیں ھذا لشی عجیب۔

ص۴۹ میں شیخ صاحب کچھ حق باتیں کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں "قرآن شریف کی موجوگی
میں تعلیم نبوی چہ معنی دارد۔ واقعی یہ نکتہ قابل غور ہے کیونکہ اس کے نہ سمجھنے سے
ایک فرقہ اہل القرآن کا پیدا ہوگیا ہے اور بعض دیگر مسلمانوں کو بھی ٹھوکر لگی ہے"۔
ص۵۰ میں ہے "یہ مسئلہ نہایت ہی باریک ہے جسکی غلط فہمی بعض کی گمراہی کا موجب
ہو رہی ہے"۔ ص۵۲ میں ہے "قرآن سے تعلیم نبوی کو علیحدہ کرو تو پھر تم کو قدم قدم
پر ٹھوکر نہ لگے تو ہمارا ذمہ"۔ ص۵۳ "تعلیم نبوی کو خفیف جاننے والا دائرۂ اسلام
سے خارج ہے"۔

الجواب:۔ ان جملوں پر میرا صاد ہے لیکن یہ سب اصول کیا اس وقت کے
مسلمانوں ہی کے لئے ہے یا صحابہ کیلئے بھی تھا۔ اگر صحابہ کے لئے تھا تو پھر جب

رسولخدا صلعم نے فرمایا اِیتُونِی بِدَوَاتٍ وَ قِرْطَاسٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَاباً لَن تَضِلُّوا بَعْدِی ۔ یعنی مجھکو دوات و کاغذ دو ایسی تحریر لکھدوں کہ پھر تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو ۔ اور حضرت عمر نے کہا کہ مجھکو رسول کی تحریر اور تعلیم کی ضرورت نہیں ہے ۔ مجھکو کتاب خدا کافی ہے تو پھر حضرت عمر اہل القرآن ہوئے یا نہیں ؟ اور وہ بھی رسولخداؐ کے روبرو اور اونکو بھی کوئی ٹھوکر لگی کہ نہیں ۔ اور یہ مسئلہ انکی گمراہی کا باعث ہوا کہ نہیں اور تعلیم نبوی کی تخفیف کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہوئے یا نہیں ؟

حضرت عمر کی تقلید کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت اہل القرآن پیدا ہو کر گمراہ ہو رہے ہیں ۔ باقی کو سراہنا اور تابعین پر غصہ کرنا یہ شیخ صاحب ہی کا کام ہے ۔

جب حضرت عمر نے سُنا کہ اس تحریر میں رسولخداؐ وعدہ کرتے ہیں کہ اہل اسلام کبھی گمراہ نہ ہونگے تو اونکو یاد آگیا کہ دو امانت قرآن اور اہلبیتؑ کے متعلق بھی رسولخداؐ نے یہی فرمایا تھا کہ جو ان دونوں کی اطاعت کرے گا وہ ہرگز گمراہ نہ ہوگا ۔ اسکے سوا رسولخدا صلعم نے دوسری کسی شے کے لئے یہ دعوی نہیں فرمایا تھا تو سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو اس تحریر میں کوئی ایسی بات ہوگی جس سے قرآن کو اُلٹ پلٹ نہ کر سکینگے یا آل رسولؐ کو خلافت سے محروم نہ کر سکیں گے ۔ بس کیا تھا رسولخداؐ کو حالت مرض میں مجبور دیکھکر کہدیا کہ مجھکو آپکی تحریر و تعلیم کی ضرورت نہیں ہے ۔ مجھکو کتاب خدا کافی ہے ۔ اگر اتنا ہی کہکر خموشی اختیار کرتے تو غنیمت تھا بلکہ جوش میں کہدیا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے اور رسولخداؐ نے اونکو اور اونکے ہم خیال کو اپنے گھر سے نکلوا دیا ۔ اب جو شخص دو بدو رسولؐ کے منہ پر آپکی تعلیم سے انکار کرے ۔ وہ تو ہادی مانا جاتا ہے اور جو بیچارہ جھوٹی اور موضوع حدیثوں کا انبار دیکھکر حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ حدیثوں کا کیا اعتبار ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج کہا جاتا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

احادیث کی اہمیت دکھانے کے لئے شیخ صاحب ص۵۸ سے ۶۵ تک ۱۹ آیتیں لکھکر بدون مدد احادیث اونکے معنی اور مطلب کے طالب ہیں۔ کاش رسولخدا کے سامنے کوئی حسبنا کتاب اللہ کہنے والے سے یہی سوال کئے ہوتا خیر اہل اسلام پر اس وقت فرض ہے کہ شیخ صاحب کے اصول کو مان کر حدیث نبوی کی استخفاف بلکہ انکار کرنے والے کو خارج از اسلام سمجھیں۔

ص۵۶ میں شیخ صاحب لکھتے ہیں "کہ صحابہ کا زہد اور تقوی ایسا تھا کہ اپنے پیغمبر سے جھوٹی بات ہرگز منسوب کرتے"۔

الجواب:۔ افسوس ہے کہ شیخ صاحب جو تعریف صحابہ کی کرتے ہیں اوس سے قرآن پاک کی تکذیب ہوتی ہے اور میں قرآن پاک کی محبت میں اوسکو واضح کرنے پر مجبور ہوتا ہوں۔ اگر کوئی ایسی تعریف کرتے جسکی خبر قرآن پاک میں نہیں ہے تو مجھکو اون سے اولجھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لہذا میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ جھوٹی بات تو منسوب کرنا جھوٹی بات ہے یہ اصحاب ایسے تھے کہ اپنے پیغمبرؐ پر سرقہ کا الزام لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ تقسیم غنیمت کے وقت کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے تھے۔ چنانچہ ان غلط الزام سے رسولخدا صلعم کی براءت قرآن پاک یوں کرتا ہے۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۷:۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یعنی نبی کی ہرگز یہ شان نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی بھی خیانت کرے گا وہی چیز اوس کو قیامت میں لانا ہوگا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں جب مال غنیمت تقسیم کے لئے لایا گیا تو اوس میں سے ایک کمبل گم تھا اور بعض صحابہ نے اوسکی خیانت رسولخداؐ کی طرف منسوب کی تو خداوند عالم کو اس آیت کے ذریعہ سے رسولؐ کی براءت کرنی پڑی۔ پھر تقسیم میں کمی بیشی کی خبر سورہ توبہ رکوع ۷ میں ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ یعنی اصحاب میں ایسے لوگ

ہیں جو تمہیں خیرات تقسیم کرنے میں الزام دیتے ہیں۔ پھر جب اصحاب میں ایسے لوگ تھے جو رسولخداؐ پر خیانت کی تہمت لگاتے اور ناانصافی کا الزام دھرتے تھے تو ان کو رسولؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے میں کون سا امر مانع تھا۔ آپ کہیں گے کہ ان آیات میں کل اصحاب کے متعلق ایسی خبر نہیں ہے۔ آخر کسی صحابہ کی صداقت کی خبر ہے تو فرمائیے اور تفاسیر سے اُن کا پتہ بتائیے کہ کون صحابہ ایسے تھے جن پر جھوٹ کا گمان نہیں ہو سکتا تھا۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ اصح الکتب بعد کتاب الباری بھی جھوٹوں کے اقوال و روایات سے بھری ہے بھلا کون انسان کسی ایسے انسان کے ساتھ محبت کر سکتا ہے جو درپے ایذا رسانی ہو۔ راز فاش کردے۔ اور دوسرے شخص اول کے خلاف سازش کرے اور خداوند عالم اسکے متعلق گواہی دے کہ اس کا دل ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ جب معمولی انسان ایسے شخص کے ساتھ محبت نہیں کر سکتا تو پھر رسولخداؐ کیسے ایسے شخص سے محبت فرما سکتے ہیں۔ لیکن آپ کی صحیح کتابوں میں ایسے ہی مزخرفات بھرے ہیں تو پھر کیونکر کوئی حدیث کو مانے۔ ملاحظہ فرمائیے سورہ تحریم جس میں حسب ذیل خبریں ہیں:۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ ..... فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ ..... ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ الخ یعنی جب پیغمبرؐ نے اپنی بعض بی بی سے راز کی بات کہی اور اُس نے اس بات کو فاش کردیا۔ ..... بے شک تم دونوں بی بیوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور اگر تم دونوں رسولؐ کے خلاف سازش کرتی ہو تو اللہ اس کا مددگار ہے ..... نافرمانوں کے لئے خدا نے نوح کی اور لوط کی بی بیوں کی مثال دی ہے کہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں میں سے دو بندوں کے تحت میں تھیں الخ

مراد یہ ہے کہ اگر بی بی نیک ہو تو سب کچھ عزت و تعظیم ہے لیکن جب نافرمان ہو تو جیسے حضرت نوحؑ کی بی بی اور حضرت لوطؑ کی بی بی کا جہنمی ہونا اور جہنمی کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ وہی حالت رسولخداؐ کی نافرمان بی بیوں کی ہے۔ غرضیکہ قصہ حضرت عائشہ و حفصہ کا ہے جنکی طرف اشارہ ہے۔ اگر قرآن کی خبر صحیح ہے تو رسولخداؐ کبھی ایسی عورتوں سے محبت نہیں کر سکتے تھے اور جتنی حدیثیں انکی محبت اور پیار کے متعلق ہیں سب جھوٹ او موضوع ہیں۔ پس جن کتابوں میں ایسی حدیثوں کا انبار ہو اوس کتاب کی دوسری حدیثوں پر کیا کوئی اعتبار کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث میری طرف منسوب کرے تو اوس کو قرآن پر عرض کرو اگر قرآن کے موافق ہے تو میں نے کہا ہے اور اگر قرآن کے خلاف ہے تو وہ میرا قول نہیں ہے۔ اگر رسولخدا صلعم کو اپنے اصحاب پر ویسا ہی اعتبار ہوتا جیسا شیخ صاحب فرماتے ہیں تو رسولخداؐ کو اس پیش بندی کی ضرورت نہ ہوتی۔ لہذا آپ اپنے یہاں کی حدیثوں کی کتابوں کی اصلاح کیجئے اوسکے بعد اونکو منوانے کی فکر کیجئے۔ اور اسکی آسان ترکیب وہی ہے جو رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ کل حدیثوں کو قرآن پر پیش کیجئے جو حدیث قرآن کے موافق نکلے یا جو قرآن کی آیت کی تفسیر ہو اوسکو مانئے اور جو آیات اور اخبارات قرآن کے خلاف ہوں اونکو مردود سمجھکر اپنی کتابوں سے نکال ڈالئے مثلاً آپ کی کتابوں میں حضرت عمر کو شجاع۔ بہادر۔ سیف اللہ وغیرہ کا خطاب دیا گیا ہے اسکو قرآن سے ملائیے جہاں حضرت عمر کے ہر جنگ سے فرار کی خبر ہے اور ایک واقعہ بھی قرآن سے نہیں مل سکتا کہ انھوں نے ایک کافر کو بھی قتل کیا ہے۔ پس جن احادیث میں ایسے خطابات ہوں جو قرآن کے مخالف ہیں اور اوسکی تکذیب کرتے ہیں اونکو مردود سمجھئے انھوں نے رسولخداؐ کے منہ در منہ رسولؐ کی زبانی حدیث سے انکار کر کے کہہ دیا حسبنا کتاب اللہ لہذا مطابق اپنے اصول کے انکو خارج از اسلام سمجھئے اور جو احادیث انکو مومن دیانتدار وغیرہ

اعظم۔ رسولؐ کا فدائی وغیرہ کہے اوس کو افترا سمجھئے اگر آپ نے ایسا کہا تو سچا امام ہاتھ آجاوے گا اور احادیث کی بھی عزت و منزلت قائم ہو جائیگی۔ چنانچہ آپ خود صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کو آواز دی۔ تو اوس نے صاف انکار کر دیا اسکے عدم ایمان پر یہی نص کافی ہے" اسی طرح رسولخداؐ نے دوات اور کاغذ وصیت لکھنے کیلئے طلب فرمایا اور وہ بھی ایسی وصیت جسکے بعد کوئی مسلمان گمراہ نہ ہوتا۔ لیکن جب حضرت عمر نے صاف انکار کر دیا کہ ہم کو وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جیسے حضرت نوحؑ کے بیٹے نے کہا کہ پہاڑ پر بچ جاؤں گا ویسی طرح حضرت عمر نے کہا کہ صرف کتاب اللہ ہم کو بچالیگی۔ لہذا شیخ صاحب کو لازم ہے کہ جو حکم حضرت نوحؑ کے بیٹے پر لگایا ہے وہی حکم خطاب کے بیٹے پر لگاویں ورنہ خود اون کے اپنے ایمان میں بٹہ لگیگا۔ آپ نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ صفحہ ۹۰ میں ارشاد فرمایا ہے "اسی طرح جو صریح حکم اللہ اور رسولؐ کی موجودگی میں عمداً قیاس ذاتی کو ترجیح دیتا ہے وہ ملعون"۔ کلمہ حق بر زبان جاری کا مضمون ہے۔ رسولخداؐ کا صریحی حکم تھا کہ جو جیش اسامہ کے ساتھ نہ جاوے اوس پر خدا کی لعنت ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان وغیرہ نہ گئے۔ رسولخداؐ کا یہ بھی صریحی حکم اصحاب سے تھا کہ دوات اور کاغذ دو کہ ایسی تحریر لکھدوں کہ تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اب جن لوگوں نے عمداً نافرمانی کی یا عمداً قیاس ذاتی کو ترجیح دیا۔ اونکے واسطے جو خطاب موزوں ہو وہ شیخ صاحب خود ارشاد فرما کر انصاف کی داد دیویں۔

صفحہ ۹۵ میں شیخ صاحب فرماتے ہیں "صحابہ کی شان میں قرآن رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ فرماتا ہے"۔

تعجب ہے کہ واقعات و اصول بالا کے بعد بھی شیخ صاحب کیونکر کل اصحاب کو مصداق رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سمجھتے ہیں۔ یعنی خدا اون سے راضی ہوا اور وہ لوگ خدا سے راضی۔

یہ جملہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ قرآن میں چار جگہ آیا ہے اور اوسکو کوئی سروکار اون صحابہ سے نہیں ہے جنکی تعریف شیخ صاحب کو منظور ہے۔ شیخ صاحب نے خود تیسویں پارہ کا حوالہ دیا ہے جو سورہ البینہ میں ہے۔ اس موقع پر خداوند عالم کافروں کو شَرُّ الْبَرِيَّةِ فرماتا ہے اور پھر جو ایمان لایا اور اچھے کام کئے اونکو خَيْرُ الْبَرِيَّةِ فرماکر اونکو جنت کی بشارت دیتا ہے اور اونھیں کے بارے میں کہتا ہے کہ خدا اون سے راضی اور وہ خدا سے خوش۔ یہ عام حکم ہے جو تاقیام قیامت جتنے نیکوکار مومن ہیں سب پر صادق آتا ہے۔ صحابہ کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں ہے۔ ہاں اگر صحابہ جنکی شیخ صاحب تعریف کرنا چاہتے ہیں اون کا ایمان اور عمل صالح ثابت ہوجائے تو وہ بھی اس بشارت کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر یہ کہنا کہ یہ بشارت صحابہ کی شان میں ہے بالکل غلط ہے۔

دوسری جگہ سورہ المائدہ کے رکوع ۱۷ میں جہاں مراد انبیاء و صدیقین ہیں نہ کہ صحابہ۔ تیسری جگہ سورہ المجادلہ رکوع ۳ میں ہے یہاں بھی مومنین خاص کے وصف بیان فرماکر خداوند عالم اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے۔ اس موقع پر بھی صحابہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

چوتھی جگہ سورہ التوبہ رکوع ۱۳ میں ہے۔ چونکہ یہ سورہ بالکل آخر زمانہ رسولخدا میں نازل ہوا لہذا خداوند عالم نے جن لوگوں کو اس موقع پر رضی اللہ عنہم کہا ہے وہ البتہ اس جگہ اور دوسری جگہ کے رضی اللہ عنہم کے مصداق ہوسکتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو اس موقع پر رضی اللہ عنہم سے خارج کردیا ہے وہ اس بشارت کے پہلے بھی مستحق نہ تھے ورنہ ایسے شرائط نہیں لگائے جاتے جو اونکو اس بشارت سے خارج کردیتا۔ اب ملاحظہ فرمایئے خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی مہاجرین و انصار میں سے اول سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں اونکی

پیروی کی خدا اُن سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔

اگر خداوند عالم کل صحابہ کو یہ بشارت دیتا یا سب کے سب مستحق اس بشارت کے ہوتے تو خداوند عالم شرطیں لگا کر اس بشارت کو صرف چند اشخاص میں محدود نہ کرتا۔ اولاً مہاجرین اور انصار کی شرط لگا کر غیر مہاجر اور غیر انصار صحابہ کو اس بشارت سے جدا کر دیا یعنی غیر مہاجر صحابہ کے لئے خدا کی خوشنودی کی بشارت نہیں ہے۔

پھر مہاجرین میں اول سبقت کرنے والی کی شرط لگا کر اس بشارت کو اون مہاجرین سے مخصوص کر دیا جو سب سے پہلے ہجرت کر گئے تھے اور وہ مہاجرین حبشہ ہیں جو ساتویں برس سال نبوت سے حسب ہدایت رسولخداؐ گھر بار بلکہ اپنا ملک چھوڑ کر حضرت جعفر کی سرداری میں حبشہ ہجرت کر گئے تھے جہاں کا بادشاہ عیسائی تھا اور جہاں کوئی آرام کی امید نہ تھی۔ اس کے چھ برس کے بعد مدینہ کی ہجرت ہوئی جس میں حضرت ابوبکر۔ عمر وغیرہ گئے اور مہاجر کہلائے۔ یہ لوگ وہاں گئے جہاں پر انکی دعوت تھی اور ہر طرح کے آرام کی امید تھی۔ یہ لوگ مہاجرین اولین وسابقین کی فہرست میں نہیں داخل ہو سکتے اور نہ ان پر وہ بشارت صادق آتی ہے۔ اگر کل مہاجرین کے متعلق رضی اللہ عنہم کی بشارت ہوتی تو السابقون الاولون کی شرط مہاجرین پر نہیں بڑھائی جاتی۔ فافہم

پس جب رسولخداؐ کے آخر وقت میں صرف مہاجرین اولین یعنی مہاجرین حبشہ رضی اللہ عنہم کے بشارت کے مستحق تھے تو پھر مہاجرین مدینہ کو اس بشارت کا مستحق بننے کے لئے اب وقت بھی نہ رہا اور نہ وہ اس بشارت کے مستحق ہیں۔ (زیادہ تفصیل لیے میرا رسالہ آل و اصحاب ملاحظہ ہو)

ص۶۵ میں شیخ صاحب اپنے مذہب کی تعریف میں لکھتے ہیں "اصول اور عقائد اور احکام کی تفہیم میں اہلسنت میں چنداں اختلاف نہیں ہے۔ اگر ہے تو کم و بیش فروعات میں ہے جو حسب استعداد فطری و علمی صحابہ کے عہد میں بھی تھا اور بعد میں اگر

ہے تو جائے تعجب نہیں"۔

الجواب:۔ اپنے مذہب کی تعریف میں شیخ صاحب کیا کیا ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ "چنداں" کا مشتبہ لفظ اپنے جملہ میں رکھکر معلوم نہیں شیخ صاحب کو اصول اور عقائد میں اختلاف سے انکار ہے یا اقرار۔ یہاں صاف لکھنا تھا کہ اختلاف ہے یا نہیں ہے۔ لیکن وہ یہ کیونکر لکھتے اسلئے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے ابھی تک اصول اور عقائد کا پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے۔ شے معلوم میں اختلاف و اتفاق انسان بتا سکتا ہے۔ لیکن شے لامعلوم میں عاجز ہے۔ مثلاً خلفاء ثلثہ کو خلیفہ حق اور جانشین رسول کریم ماننا اون کے اصول اور عقائد میں داخل ہے کہ نہیں۔ یا یہ صرف ایک فروعی مسئلہ ہے جس نے مانا وہ بھی جنتی اور جس نے نہ مانا وہ بھی جنتی۔ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى یعنی خدا نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ۔ سورہ البقر رکوع ۱۵ یہ قرآن کا حکم اصولی ہے یا فروعی اور اس سے انکار کر کے دوسرا مصلے قائم کرنے والے مسلمان باقی رہیں گے یا گیا؟ اس مصلے سے انکار کر کے حنفی مصلے قائم ہوا۔ ان دونوں مصلوں سے انکار کر کے تیسرا مصلے مالکی قائم ہوا۔ پھر ان تینوں سے انکار کر کے حنبلی مصلے قائم ہوا اور پھر چاروں مصلوں سے انکار کر کے پانچواں مصلے شافعی قائم ہوا اور ان میں ایسا اختلاف ہے کہ ایک فرقہ والا دوسرے کے مصلے پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ شیخ صاحب کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جو اختلاف اونکے مذہب میں ہے اوس کا باعث صحابہ کا استعداد فطری اور علمی ہے۔ یعنی جن کی سمجھ اور عقل جیسی تھی ویسا سمجھے اور مذہب میں اختلاف ڈالدیا۔ یہاں ایک لفظ اہم کو شیخ صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور وہ استعداد ایمانی ہے یعنی جن کا ایمان کامل تھا وہ رسولؐ کی تعلیم پر باقی رہا اور جن کا ایمان کچا اور نمایشی تھا وہ تعلیم رسولؐ سے علحدہ ہوکر اختلاف کے باعث ہوئے۔ پھر ایسے مذہب پر کیوں باقی رہے جسمیں صحابہ کی استعداد فطری و علمی اور سب سے بڑھکر ایمانی کی وجہ سے اختلاف

پڑا۔ انسان کو لازم ہے کہ اُس مذہب میں آجاوے جو رسول خداؐ کے وقت سے لے کر اس وقت تک بغیر اختلاف کے چلا آتا ہے۔ جس مذہب کے لوگ خواہ عرب ہوں کہ عجم۔ ایرانی ہوں کہ ہندوستانی کسی میں اختلاف نہیں ہے۔ اور وہ مذہب شیعہ ہے۔

ص۶۵ و ۶۶ میں شیخ صاحب رقمطراز ہیں "صرف اس قلیل اختلاف کی وجہ سے کئی مرتد ہو جاتے ہیں۔ کئی صراط مستقیم سے برگشتہ ہو کر اپنی مرضی کے مطابق نماز و مسائل بنا لیتے ہیں.... اور سواد الاعظم اور سبیل المومنین سے ہٹ کر خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں الخ"۔ اور سبیل المومنین کی تعریف قرآن پاک سے یہ دیتے ہیں" وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ پ۵ ع ۱۴۔ یعنی اور جو شخص راہ راست کے ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا اور رستہ چاہتا ہے ہم اوسکو اوسی پر لگا دینگے اور اوسکو دوزخ میں داخل کر دینگے"۔

الجواب:۔ اس سبیل المومنین سے حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ جیش اسامہ کے ساتھ جانے سے انکار کر گے اور رسولخداؐ کی زبانی لعنت سنکر علیحدہ ہوئے کہ نہیں اور پھر جب رسولخداؐ نے دوات اور کاغذ وصیت لکھنے کو طلب کیا تو حضرت عمر اور انکے ساتھی نے رسولخداؐ کی نافرمانی کر کے اور یہ کہکر کہ آپ کی وصیت کی ضرورت نہیں ہے کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔ سبیل المومنین سے علیحدہ ہوئے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے رسولخداؐ کی مخالفت اور نافرمانی کر کے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور شیخ صاحب کی تحریر کے پورے مصداق ہیں۔

ص۶۷ میں شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ "حشر اجساد یعنی جسموں کا دوبارہ بعد قیامت کے پیدا ہونا ایک مسئلہ اعتقادی ہے جس کا ذکر مجملاً صفات ایمان میں آتا ہے اور چونکہ بدون اسکے اسلامی نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اس واسطے ہم اس جگہ اس کو مع ترجمہ

نقل کر دیتے ہیں الخ"۔

الجواب :۔ معلوم نہیں اعتقاد حشر اجساد کو نکاح سے کیا تعلق ہے۔ اسلام کافر کے نکاح کو کافر کے ساتھ باطل نہیں کہتا۔ مسلمانوں کے باہم نکاح کو باطل نہیں کہتا۔ گرچہ کہ فریقین میں سے ایک مومن اور دوسرا منافق ہو۔ صرف اہل اسلام کو مشرکین سے عقد کرنے کو منع فرماتا ہے۔ پس اگر دو مسلمانوں میں دونوں حشر اجساد سے ناواقف یا منکر ہوں او نکا نکاح باطل نہیں ہوتا۔ لہذا اگر اہلسنت کے جہلا مرد اور عورت نقص اعتقادی اور ضعف ایمانی کے ساتھ عقد کریں تو اونکا نکاح کیوں باطل ہونے لگا۔ نکاح کے صحیح ہونے کی شرط بعد اسلام ظاہری کے عدت اور مہر ہے۔ اگر یہ دو شرطیں پوری ہوں تو دو ہم مشرب کے نکاح میں نقص نہیں ہوتا اور نہ شیخ صاحب اسکی کوئی دلیل دے سکتے ہیں۔ لہذا اس امر کی تلاش کی ضرورت ہے کہ ایسی ایسی بے جوڑ شے سے اہلسنت کا نکاح کیوں باطل ہوا کرتا ہے۔ تعزیہ دیکھا نکاح باطل۔ اعتقاد میں ذرا نقص ہوا تو نکاح باطل۔ یہ سب بے جوڑ شقیں نکاح کے باطل ہونے کی اس واسطے ایجاد کی جاتی ہیں تاکہ ایسی اولاد پیدا ہوں جن کو حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ سے بغض اور صحابہ سے محبت ہوا کرے جنکی وجہ سے اونکے مذہب کی بقا ہے۔ واللہ اعلم۔

صـ۴۹ میں شیخ صاحب یوں دعا فرماتے ہیں "یا مولیٰ کریم تو ہمارا خاتمہ منعم علیہ گروہ والے عقیدہ پر کر" اور صـ۵۱ میں یہ ارشاد ہے "جن کو شیطان نے بہکا کر مغضوب علیہم اور ضالین بنا دیا ہے اونکے طرق اور عادات سے حتی الوسع بچتے رہیں۔"

الجواب :۔ یہ دعائیں بہت اچھی ہیں لیکن اس دعا کی مقبولیت کے لئے لازم ہے کہ انسان کو معلوم ہو کہ منعم علیہ گروہ لوگ کون تھے اور اونکا طریقہ کیا تھا۔ تاکہ انسان اوسپر چلے اور مغضوب علیہم اور ضالین کون سے لوگ تھے اور انکے طریق اور عادات کیا تھے جس سے بچنا چاہئے۔ جب یہ معلوم کر کے انسان دعا

کرے گا تو ضرور اس کا اثر ہوگا ورنہ بے سود ہے۔ چونکہ شیخ صاحب کو منعم علیہ گروہ کا راستہ نہیں معلوم ہے اور جس رستہ پر ہیں اوسی کو صراط مستقیم خیال کئے ہوئے ہیں لہذا اون ہی کے اصول کے مطابق میں قرآنی تعلیم کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو انبیاء علیہم السلام کے تذکروں سے حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن میں ان قصص سے تاریخی بیان ہرگز مطلوب نہیں۔ بلکہ مختلف حالات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے استقامت قلوب المومنین اور اسوہ حسنہ و عبرت مقصود بالذات ہے"۔ ص۴۵

سورہ مریم میں خداوند عالم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ۔ اسحقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ اسمٰعیلؑ ادریسؑ کا ذکر فرما کر کہتا ہے:۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ وَ مِمَّنْ ہَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا یعنی یہ انبیاء وہ لوگ جنھیں خدا نے اپنی نعمت دی آدم کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل سے جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کر لیا تھا اور ابراہیم و یعقوب کی اولاد سے ہیں اور اون لوگوں میں سے ہیں جن کی ہم نے ہدایت کی اور منتخب کیا۔ جب ان کے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ میں زار و قطار روتے ہوئے گر پڑتے تھے پھر ان کے بعد کچھ لوگ خود بخود خلیفہ بن بیٹھے جنھوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور عنقریب گمراہی میں پھنس جاوینگے۔

کل نامبردگان انبیاء کو خداوند عالم نے خلافت عطا کی۔ اور جب ان کو اپنے بعد کے واسطے خلافت اور امامت کی خواہش ہوئی تو خداوند عالم ہی سے استدعا کی جیسا حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں امامت کی خواہش کی حضرت موسیٰؑ نے

حضرت ہارون کی وزارت کے لیے درخواست کی۔ حضرت زکریا نے اپنے وارث کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت مریم کی والدہ نے خدا سے اولاد طلب کی۔ لیکن کسی بزرگ نے نہ خود کسی کو خلیفہ نامزد کیا اور نہ خود کوئی خلیفہ بن بیٹھا اور نہ کسی نے اجماع کا حیلہ ڈھونڈھا۔ نہ استخلاف کی جرأت کی اور نہ شوریٰ کا پھندا اپنی امت کی گردن میں ڈالا۔ اور بغاوت جس کا مہذب نام قہر و استیلا رکھا گیا ہے وہ تو ہمیشہ مردود تھا اور ہمیشہ مردود رہے گا۔ ان ذرائع سے جو خلیفہ بنے ہیں وہ کس گروہ میں داخل ہیں۔ گروہ منعم علیہ میں یا اون کے خلاف۔ اگر اتنے سے آپ کو پورا پتہ نہیں چلتا تو میں دوسری آیت پیش کرتا ہوں جہاں بہت صریح علامت خود بخود خلیفہ بن بیٹھنے والوں کی بتائی ہے فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا یعنی پھر اونکے بعد کچھ لوگ خلیفہ بن بیٹھے جو کتاب خدا کے وارث بنے اور (اسکے ذریعہ) کمینی دنیا کے سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم عنقریب بخشدیئے جاوینگے۔ سورہ الاعراف رکوع ۲۱۔

اوپر میں نے ثابت کردیا ہے کہ خلفاء نے قرآن کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے گویا کہ وہ اسکے مالک تھے جو چاہا وہ کیا۔ کہیں اُلٹ پلٹ دیا۔ کہیں سے نام غائب کردیا کہیں ۱۲۷ آیتیں غائب کردیں اور بالآخر کل قرآن کو جلا کر ایک نسخہ اپنے زعم میں اپنے مطلب کے مطابق قائم کیا اور اس پر بھی خدا کی حفاظت کا وعدہ جب پورا ہوا۔ صادق۔ کاذب۔ مومن۔ منافق کی شناخت کامل طور سے انسان کو حاصل ہوتی ہے تو اب اسکے معنی اور مطلب میں تحریف کرتے ہیں۔ حدیثیں خلاف قرآن پاک موضوع کرکے اونکی پیروی کرتے ہیں۔ اور قرآن کی تکذیب۔ غرض یہ وہ راستہ اور طریقہ ہے جو مغضوب علیہم اور ضالین کا مصداق ہے اس سے بچنا چاہیئے اور اوس خلافت کے ماتحت ہونا چاہیئے جس کا رسول خدا نے پتہ دیا اور جس کی

محبت و اطاعت اور ساتھ دینے کا قرآن پاک حکم دیتا ہے۔ اگر شیخ صاحب ایسا کرینگے تو انشاء اللہ انکی دعا مقبول ہے۔

ص ۹۸ و ۹۹ میں شیخ صاحب خلیفہ کے اوصاف کو قلمبند کرتے ہیں "جب حضرت آدم کے واسطے خلافت فی الارض کی منظوری ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے انکو علم سکھلایا جس سے معلوم ہوا کہ علم کے بغیر خلافت کا سرانجام کرنا یا تو غیر ممکن ہے یا ناقص ... جب خداوند عالم نے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا تو انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ طالوت کو ہم پر فضیلت اور حکومت کا کیونکر زیادہ حق ہے۔ درحالیکہ وہ دنیاوی دولت کے لحاظ سے کوئی شے نہیں۔ نبی اللہ نے فرمایا کہ بسبب علم اور جسمانی وجاہت کے وہ اس فضیلت کا بخوبی مستحق ہے .... اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت سے حضرت آدم کو خلافت کا تاج پہنایا۔ ملائک کا مسجود بنایا اور علم سکھلانے کے لئے انکا معلم بنایا۔ اس خاص عطا شدہ فضیلت پر حسد اور تکبر کرنے والے ابلیس کو ملعون بنایا۔ خلافت کے واسطے علم کو لازمی قرار دیا الخ۔

الجواب:۔ میرے اوپر کے بیان کو اس تقریر سے اور بھی ثبوت حاصل ہو گیا اگر اس اصول کو مدنظر رکھکر شیخ صاحب خلافت رسول اللہ کا فیصلہ کریں تو فوراً صراط مستقیم پر آسکتے ہیں حضرت علیؑ کے ولی۔ صادق۔ مولا ہونیکی سند قرآن پاک میں موجود ہے۔ آپکی خلافت کے واسطے رسولخداؐ کا وعدہ موجود ہے۔ رسولخداؐ کا فرمان انا مدینۃ العلم وعلی بابھا مشہور ہے پھر اس صادق و عالم کو چھوڑ کر دوسروں کی خلافت ماننا قرآن کی مخالفت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر قرآن پاک کی دو چار سورہ بھی یاد نہ کر سکے تو وہ خلیفہ ہو کر قرآن کے مطابق کیونکر صحیح فیصلہ کر سکتے تھے جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی خلافت میں حسد و رشک کیا وہ ہمسر ابلیس ہوئے کہ نہیں اور وہ ہم خیال اُن بنی اسرائیل کے ہوئے کہ نہیں جو حضرت طالوت پر اعتراض کرتے تھے۔ شیخ صاحب اصول تو اچھا قائم کرتے ہیں لیکن اوس اصول پر اپنے اعتقاد کو نہیں

کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھدار ہیں .... اے رسولؐ اگر خدا تم کو انکے گروہ کے پاس واپس لایا تو تم سے (جہاد کے واسطے) نکلنے کی اجازت مانگیں گے تو تم کہدو کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ نکلو اور ہرگز میرے ساتھ دشمن سے مت لڑو اس لئے کہ اول مرتبہ تم کو گھر بیٹھ رہنا اچھا معلوم ہوا بس پھر پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ اور انمیں سے جو مرجائے تو نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہو۔ کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی[۱] اور مرگئے درانحالیکہ بدکار تھے"۔

یہ ہے قرآن کا قصہ جس میں صریح حکم نافرمان منافق کا ہے۔ لیکن شیخ صاحب منافقوں کو بچانے کی فکر میں اس قصہ کا مصداق کافر د مشرک کو بناتے ہیں۔ حالانکہ کافر د مشرک کو رسول خدا صلعم کبھی بھی جہاد میں نہیں لیجا سکتے تھے اور نہ اُن سے زکوۃ وصدقہ کا عہد لیکر خدا ان کو مالدار بناتا اور نہ کافر مالدار سے صدقہ و زکوۃ کا مطالبہ ہوتا تھا جسکی وجہ سے وہ غصہ کرتے غرض جو شخص اس قصہ کو قرآن پاک میں چشم بصیرت سے دیکھے گا اوس کو صاف معلوم ہوجائیگا کہ یہ سب قصہ منافقوں کا ہے اور جو لفظ الکفار اور کفروا کا اس قصہ میں آیا ہے اوس کے معنی کفر نہیں ہے بلکہ صرف اسلام قبول کرنے کے بعد نافرمان و نافرمانی کیا کے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶

اور مذمت ان آیات میں ہے[۱] اس خبر کے بعد کہ منافق صحابی راہ خدا میں مال سے اور جان سے راہ خدا میں جہاد کرنا بُرا سمجھتے تھے۔ نہ معلوم کیونکر شیخ صاحب صفحہ ۳۶ میں ارقام فرماتے ہیں کہ کل صحابی جان نثار کرنے کو تیار ہوگئے

[۱] اس موقع پر بھی کفروا کا ترجمہ نافرمانی کیا لکھا گیا ہے۔

شیخ صاحب کی مزید تشفی کے لئے میں سورہ المنافقون کا حوالہ دیتا ہوں جہاں ہو بہو ایسا ہی حکم ہے اور صاف منافق کہا گیا ہے اور اونکی حالت کا انکشاف کیا گیا ہے۔ دیکھیے اول ہی رکوع میں یوں ہے "اے رسولؐ یہ منافق تمہارے دشمن ہیں۔ تم ان سے بچے رہو۔۔۔۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کریں تو وہ لوگ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور تم اون کو دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو انکے حق میں برابر ہے۔ خدا تو انھیں ہرگز بخشنے کا نہیں خدا تو ہرگز بدکاروں کی ہدایت نہیں کرتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول خداؐ کے پاس رہتے ہیں اونپر خرچ نہ کرو۔ یہاں تک کہ یہ لوگ تتر بتر ہو جادیں حالانکہ تمام آسمان اور زمین کے خزانے خدا ہی کے پاس ہیں مگر منافق نہیں سمجھتے"۔

غرض جو حکم منافقوں کے لئے ہے اوس کو شیخ صاحب کفار و مشرکین کے متعلق بتا کر اپنی قرآن دانی کا نام ڈبوتے ہیں بلکہ قرآن پاک کے خلاف منافقین کی پردہ پوشی کی کوشش سر بسنگ زدن کا مضمون ہے جس کو خداوند عالم فضیحت کرے تو اوسکو سراہنے کی کس کی مجال ہے۔ ع

این خیال است و محال است و جنون۔

ان آیات قرآنی اور احکام خداوندی کا ماحصل یہ ہے کہ رسول خداؐ اور مومنین کو جائز نہیں ہے کہ منافقین کے جنازے پر نماز پڑھیں اور اونکی قبر پر کھڑے ہوں اور نہ یہ جائز ہے کہ منافقین کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کیجاوے جب خداوند عالم نے رسولؐ اور مومنین کو منافقین کے ساتھ ایسا حکم دیا تو پھر وہ کیونکر منافقوں کو اسکی توفیق و اجازت دیتا کہ وہ رسولؐ اور دیگر مومنین کے جنازہ پر نماز پڑھیں یا اونکے لئے دعاء مغفرت و رحمت کریں۔ لہذا جب

رسولخدا صلعم کا انتقال ہوا اور بوجہ قلت معاون و مددگار آپ کا جسد اطہر تین روز تک دفن نہ ہوا تب بھی اصحاب کبار کو توفیق نہ ہوئی کہ رسولخداؐ کے جنازہ پر نماز پڑھتے یا حضرتؐ کی قبر پر کھڑے ہوتے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے توصاف وصیت فرمادی تھی کہ یہ لوگ حضرتؐ کے جنازہ پر نہ آنے پاویں۔ اور جب خودان کا انتقال یکے بعد دیگرے ہوا تو بہ پابندی احکام قرآنی نہ جناب علیؑ نے نہ حسن مجتبیٰؑ نے اور نہ امام حسینؑ نے اُن کے جنازہ پر نماز پڑھی اور نہ انکی قبر پر کھڑے ہوئے۔ الحاصل قرآن پاک کی ان آیات کی بنا پر انسان بہ آسانی تمام پہچان سکتا ہے کہ کون مومن ہے اور کون منافق یعنی جن لوگوں نے رسولخدا صلعم اور جناب فاطمہؑ کے جنازہ پر نماز پڑھی وہ سب مومن اور جن لوگوں نے انپر نماز نہ پڑھی وہ منافق اور پھر جن پر حضرت علیؑ و حسن مجتبےؑ و حسینؑ علیہم السلام نے نماز جنازہ پڑھی وہ سب مومن اور جن پر باوجود موجود رہنے کے ان بزرگوں نے نماز نہ پڑھی وہ سب منافق دوسرا حکم دعاء مغفرت و رحمت کا ہے۔ اسکی بھی توفیق منافقوں سے سلب کر لی گئی ہے اونکی تفسیروں میں لکھا ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ مجھ پر ابتر درود نہ بھیجو ورنہ یہ رد کر دیا جاوے گا۔ اور ابتر درود کا مطلب یہ ہے کہ عوض اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ کے اللھم صل علی محمد وسلم کہا جاوے یعنی آل رسولؐ کا ذکر درود و رحمت کی دعا سے ترک کر دیا جاوے۔ اس پر بھی منافقوں کا اصرار ہے کہ اولاً درود بھیجتے ہی نہیں اور جب درود بھیجیں گے تو ابتر جسکی وجہ سے وہ مردود ہو کر رہتا ہے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ یہ تو معلوم نہیں کہ رسولخداؐ نے کبھی اصحاب کبار کے لئے دعاء مغفرت کی کہ نہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ شیعے اونکو اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اور اہلسنت جو اونپر رضی اللہ عنہ کہنا چاہتے ہیں تو اون سے نہیں ہو سکتا اور خداوند عالم اس طرح ان کی زبان مروڑ دیتا ہے کہ رضی اللہ عنہ کہنے کے عوض ردی اللہ عنہ کہتے ہیں

یعنی خداوند عالم اونکو رداد رمردود کردے - یہ سب عمل منافقوں کا خداوند عالم کی تہدید کا مصداق ہے کہ وہ منافقوں کی ہدایت نہیں کرتا یعنی کار خیر کی توفیق نہیں دیتا اور اگر نافرمانی پر باقی رہکر کار خیر کرنا بھی چاہیں تو وہ بگڑ جاتا ہے۔ چنانچہ رسولؐ پر درود بھیجنا چاہتے ہیں لیکن آل رسول کو ترک کرکے اوس کو ابتر کرتے ہیں - نماز پڑھتے ہیں - لیکن سورہ الفاتحہ کا بسم اللہ ترک کرکے اوس کو باطل کرتے ہیں - روزہ رکھتے ہیں مگر اتمو الصیام الی اللیل کے عوض اتمو الصیام الی المساء کرکے محنت کو رائگاں کرتے ہیں - غرض خسر الدنیا والآخرۃ کے سوا اونکو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا -

ص۱۰ میں شیخ صاحب یہ لکھکر کہ "حضرت ابراہیم نے اپنے والدین کے حق میں دعا کی جو مشرک تھے" - اپنی قرآن دانی کی داد دیتے ہیں اور مصداق اسکے ہیں ؎

چوں اندر تبارش بزرگی نبود نیارست نام بزرگاں شنود

چونکہ ان کے خلفاء کے والدین کل کافر و مشرک تھے اوسی طرح انبیاء کے باپ دماں کو یہ غلط اور جھوٹ کافر و مشرک کہکر اپنا عیب مٹانا چاہتے ہیں - آپ قرآن کی مخالفت کرکے منافق کے احکام کو کافر و مشرک پڑھ ہیے لیکن سمجھدار وہ کا نہیں کھا سکتے - اوسی طرح جن کے والدین کافر و مشرک تھے اونکا عیب کسی کے مومن والدین کو کافر کہنے سے نہیں مٹ سکتا حضرت ابراہیمؑ کے والد کی تعریف اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ملاحظہ ہو سورہ الانعام رکوع ۱۰ - جہاں خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ - اسحقؑ - یعقوبؑ - نوحؑ - داودؑ - سلیمانؑ - ایوبؑ - یوسفؑ - ہارونؑ - زکریاؑ - یحییٰؑ - عیسیٰؑ - الیاسؑ - اسمعیلؑ - الیسعؑ - یونسؑ اور لوطؑ کا ذکر کرکے فرماتا ہے وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ... اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ یعنی پیغمبران مذکورین

کے باپ اولاد اور بھائیوں کو ہم نے منتخب کیا اور سیدھے راہ کی ہدایت کی .... یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی۔

اس موقع پر صاف ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کو مثل والد اور انبیاء کے منتخب کیا تھا اور سیدھے راہ کی ہدایت کی تھی اور انکو نبوت وحکومت و کتاب عطا فرمائی تھی۔

اس صریح حکم کے بعد بھی جو حضرت ابراہیم کے والد کو کافر مشرک کہے وہ قرآن پاک کی تکذیب کرتا ہے اور سب سے بڑا اندھیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی والدہ گرامی کا قرآن پاک میں کوئی ایسا ذکر تک نہیں جس سے اُن پر کفر کا شبہہ ہو لیکن شیخ صاحب اُس بیچاری کو بھی محض جھوٹ اور بے بنیاد کافرہ لکھتے ہیں۔ سورہ ابراہیم رکوع ۶ میں جو حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے اوس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد اور والدہ مومن تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ یعنی خداوندا مجھے۔ میرے والدین یعنی ماں باپ کو اور مومنین کو قیامت کے روز بخشدے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کے والد اور والدہ کافر ہوتے تو اس دعا میں حضرت ابراہیمؑ نہ اپنے کو شریک کرتے اور نہ دیگر مومنین کو۔ مومنین کو شریک کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے کو اور اپنے والدین کو مومن فرماتے ہیں۔ لیکن جب آذر کے لئے دعا فرماتے ہیں تو نہ اپنے کو اسمیں شریک کرتے ہیں اور نہ دوسرے مومنوں کو بلکہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ وہ کافر تھا۔ دیکھئے سورہ الشعراء رکوع ۵ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ یعنی میرے اَب کو بخشدے بے شک وہ گمراہ تھے اگر دونوں جگہ والد اور اَب سے ایک ہی شخص مراد لیا جاوے تو قرآن میں اختلاف

پیدا ہوتا ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم کے نسب نامہ کو دیکھنا چاہیے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے والد گرامی تارخ تھے نہ کہ آزر پس خداوند عالم نے حضرت تارخ کو برگزیدہ کیا تھا اور حکومت و نبوت و کتاب عطا کی تھی اور انکی زوجہ محترمہ مومنہ تھیں۔ اون کے ساتھ اپنے اور مومنین کے لئے حضرت ابراہیمؑ یکجائی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اس لئے کہ ہر شخص کی نسبت مقبولیت کی امید ہے لیکن جب آزر کے لئے دعا کرتے ہیں تو اسمیں کسی دوسرے مومن کو شریک نہیں کرتے اس لئے کہ آپ کو یقین نہ تھا کہ اوس کے بارہ میں دعا قبول ہوگی لیکن بربنائے وعدہ قبل آپ نے دعا فرمائی اور آزر کے لئے دعا کرنے میں اسکی زوجہ کو شریک نہ کیا کیونکہ نہ وہ حضرت کی والدہ تھی اور نہ اوس سے وعدہ تھا۔ اور جب خداوند عالم نے آگاہ فرمایا کہ آزر دشمن خدا ہے تو اوسکے لئے دعا کرنے کے عوض اوس پر تبرا کیا حقیقت یہ ہے کہ رسم سابق کے مطابق لوگ اپنے پالنے والے کو اَبْ کہتے تھے۔ لیکن والد نہیں کہتے تھے۔ والد مخصوص اوس شخص کے لئے ہے جس سے لڑکا پیدا ہو۔ اور اَبْ ہر پالنے والے کو کہتے ہیں۔ جیسے زید رسولخداؐ کے پالک رسولخداؐ کو اَبْ کہتے تھے جسکی خبر قرآن پاک میں ہے۔ اسکے سوا چچا کو بھی اب کہتے ہیں۔ جیسے سورہ البقرہ رکوع ۱۶ میں ہے اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ لا اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا الخ یعنی جب یعقوب کی موت آئی اوس وقت اونھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے کہنے لگے ہم آپ کے

معبود اور آپ کے آباء کرام ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و اسحقؑ کے معبود یکتا کی عبادت کریں گے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحقؑ کے بیٹے تھے اور حضرت اسمعیلؑ اونکے چچا۔ تو چچا کو بھی حضرت یعقوب کی اولاد نے اَبْ کہا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں پالنے والے کو اور چچا وغیرہ کو اَبْ کہتے تھے اور والد صرف باپ کے لئے استعمال کرتے تھے۔

غرض چونکہ آزر نے حضرت ابراہیمؑ کی پرورش کی تھی یا اونکے چچا تھے تو آپ اوسکو اَبْ کہتے تھے۔ اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ گرچہ حضرت ابراہیمؑ آزر کو اَبْ کہتے ہیں وہ آپ کا باپ نہ تھا آپ کے والد گرامی کا نام تارخ تھا جو نبی تھے۔ اور ہر نبی ارحام طاہرہ و صلب طیبہ سے پیدا ہوا کرتے تھے اور کافر کے بچہ کے بارہ میں تو شیخ سعدی نے خوب کہدیا ہے ؎

پرتو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بداست تربیت نااہل را چوں گردگاں برگنبد است

اور عربی کا مقولہ ہے کل شئی یرجع الی اصلہ یعنی کافر بچہ ہدایت کرنے کے عوض انسان کو کفر کی طرف لے جائیگا۔

الحاصل اس مختصر تبصرہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ثقلین کے ساتھ اہلسنت کا کیا برتاؤ و سلوک ہوا ہے اور ہوتا ہے۔ ایک فرد اسکی یعنی اہلبیتؑ جب تک اونکو ملے تو اونکے ساتھ تمسک اور اطاعت کرنے کے عوض اونکو قتل کیا قید کیا اور زہر کا پیالہ پلایا اور اوسکی ایک فرد کو جو خداوند عالم نے بچالیا ہے اوس سے بداعتقادی ظاہر کرتے ہیں اور اوس پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ مسخر کرتے ہیں۔ اوسی طرح ثقلین کی دوسری فرد یعنی قرآن کے ساتھ تمسک کرنے اور اوسکی تعلیم کی پیروی کرنے کے عوض اوسے جہاں تک ہوسکا اوس کو بگاڑا

اور جب ان کا عمل اعتدال سے بڑھ گیا تو مسلمانوں نے اونکے سردار کو قرآن کے خراب کرنے کے جرم میں قتل کر ڈالا تو ظالم ظاہراً اوس پر دست درازی کرنے سے رُکے لیکن اب ہر طرح اوسکے معنی کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی آیتوں کے غلط سلط معنی بنا کر اونکی بحث کرتے ہیں جنکی قرآن پاک مذمت کرتا ہے۔ اس سے سبق اور تعلیم حاصل کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔

لیکن مصداق حضرت سعدی کے شعر کے ہوتے ہیں ؎

سعدیا سبقے بدہ شاگرد بے بنیاد را — خود فراموشی کند تہمت دہد استاد را

چنانچہ شیخ غلام حیدر صاحب ہر طرح سے قرآن کی مخالفت۔ قرآن کی تکذیب اور اوسکی آیتوں کو بے محل و بے موقع استعمال کرکے اور اُن کا غلط مصداق قرار دیکر اپنی تصنیف کو فیض المنان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اون کے رسالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اغوائے شیطانی ہے اور وہ خود مصداق

اُولٰیِٕکَ ھُمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُونَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ

کے ہیں۔

سید اظہار حسنین

نوٹ یڈیٹر

اس مضمون سے مضمون نگار صاحب کی قرآن کی نکتہ رسی اور قرآن دانی کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ وہ طریقہ ہے اور وہ استدلال ہے جس نے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے اور اونکے منہ پر مہر خموشی لگادی جس سے ایک بات کا بھی جواب نہیں ہو سکتا اور جواب ہو تو کیونکر۔ جناب مولف قرآن پاک کے سیدھے سادے معنی سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہیں اوسکے خلاف دوسرا مطلب قرآن پاک سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی دوسرا مطلب نکالنا چاہے تو قرآن پاک میں اختلاف پڑ جائے گا جو بالکل غیر ممکن ہے۔ آپ ہی کی تصنیف آل و اصحاب ہے جسکی مقبولیت اور شہرت تمام ہو رہی ہے اسمیں بھی صرف قرآنی ہی آیات سے آل و اصحاب کے درجے دکھائے گئے ہیں جسکے مطالعہ کے بعد حق و ناحق کی تمیز بالکل آسان ہو جاتی ہے۔ نادار مومنین کے خیال سے مصنف ممدوح نے ۲۵ رسالے وقف کر دیئے ہیں جن صاحب کو شوق ہو /۲ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔ شائقین تحقیق کو مناسب ہے کہ جلد اس در مبارک کا ایک نسخہ حاصل کر لیں ورنہ بعد کو طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ اس پتہ سے طلب کریں:۔ جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب مجسٹریٹ پنشنر کجھوا (صوبہ بہار)

شکریہ خریداران جدید۔

(۸۲) جناب سید الٰہی بخش صاحب امیدوار زکالت لکھنؤ (۸۳) جناب چودھری تاج الدین صاحب ایڈیٹر الفقاہ ہردوئی بتحریک جناب سید خادم حسین صاحب قانونگو (۸۴) جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب منصف بتحریک جناب خواجہ حامد علی صاحب تحصیلدار (۸۵) جناب مرزا محمد مہدی صاحب نائب ناظم کورٹ آف وارڈس خود (۸۶) جناب بابو سید محمد عطا صاحب اسٹیشن ماسٹر بتحریک جناب سید مقتدر حسین صاحب (۸۷) جناب میر سید حسین صاحب سلیم بتحریک جناب مرزا کاظم حسین صاحب لکھنؤ (۸۸) جناب میر خادم حسین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر بتحریک جناب عنایت علی صاحب گن رییر (۸۹) جناب علی اختر صاحب بتحریک منشی نادر حسین صاحب قانونگو ڈوکا (۹۰) جناب سید رحمت علی صاحب مدد محرر خود (۹۱) جناب مرزا اکبر حسین صاحب صیغہ دار محکمہ فوجداری خود (۹۲) جناب نواب حیدر قلی خانصاحب نانپارہ بتحریک جناب منشی فضل حسین صاحب سب انسپکٹر ریلوے (۹۳) جناب سید محمد ذکی صاحب منصف بتحریک منشی محمد محسن صاحب عابدی (۹۴) جناب محمد یوسف صاحب زعیم جمہوری ریاست بھوپال خود ۲۶ ء۰۵

التماس ضروری۔ چونکہ تین چار برس کے بعد اب یہ سامان ہوا ہے کہ اصلاح ماہ بماہ بہ پابندی وقت شائع ہو۔ لہٰذا جملہ خریداران سے امید ہے کہ وہ اس رسالہ کے ترقی اشاعت میں کوشش کریں چندہ بذریعہ منی آڈر بھیجدیں ویلو کا انتظار نہ کریں۔

الوصی فنڈ۔ جناب شیخ علی احمد صاحب قمر ۲۶ ۴۸ نے اسکی ابتدا کر ہی دی کہ الوصی فنڈ قائم کیا جائے عصہ اس فنڈ میں دیا اور عصہ بمد اعانت مستغیث جونپور اور خواجہ عبد اللہ جو صاحب نے عہ بمد اعانت مستغیث جونپور عگام خداوند عالم ان حضرات کے ہمت و نیت میں برکت عطا فرمائے۔ سابق زمانہ میں نہ معلوم کتنے مومنین کا اس اصلاح کے بدولت فائدہ ہوا جناب مولوی مقبول احمد صاحب کے مقدمات فوجداری میں کتنی رقمیں اعانت کی اصلاح نے فراہم کئے۔ مگر اب تو یہ سلسلہ ہی بند ہے۔ حم

منسوخی اعلان سابق

چونکہ اعلان سابق مین دفتر کو بہت نقصان ہوا اسلیئے وہ اعلان اب منسوخ کیا جاتا ہے
اور کل جلدین اصلاح کی جلد ۴ الغایت جلد ۲۴ دفتر مین نہین رہی لہذا صرف حسب ذیل
جلدین جاسکتی ہین جلد ۱۶ جلد ۱۸ جلد ۱۹ محصولڈاک عصہ ۳ پانچروپیہ کے منی آڈر آنے
پر چار جلدین بہ ادائے محصول عمہ جاسکتی ہین اگر اگر محصول زاید دینا ہوگا تو بقدر
اوس کے ویلو کیا جائیگا۔

اعلان رعایت تخفیف قیمت کتب

صرف ماہ مبارک رمضان کیلئے یہ تخفیف کی جاسکتی ہے کہ کشف الظلمات ہر سہ حصہ بجائے
للعہ ۔ یے مین مل سکتی ہے بشرطیکہ روپیہ بذریعہ منی آڈر آئے
اس کتاب مین اثبات بنیات حصہ فدک کا وہ تحقیق جواب ہے کہ ہفت اقلیم
کے اہلسنت بھی اس کا جواب دینا چاہین تو محال ہے۔

المشتہر

منیجر اصلاح کجھوہ ضلع سارن